

سود رشوت جوا قرض

کے شرعی احکام

مَعَ ارشادات

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

مفتی محمد زید مظاہر رومی ندوی

مکتبہ ذکریہ کراچی

بنوری ٹاؤن کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
			پیش لفظ
۲۲	قرض کی وجہ سے مقرض سے جس صورت سے بھی نفع اٹھائے وہ سود ہے	۵	باب اول
۲۳	سود خوروں کے بدترین حیلے	۷	سود کا بیان
۲۴	ایک اور ناجائز حیلہ	۷	سود سے متعلق آیات و قرآن
۲۴	شی مرہون (گروی) میں رکھے ہوئے سامان یا زمین سے نفع اٹھانا	۹	فقہاء کے ارشادات
۲۵	شی مرہون (گروی) سے اجازت کے بعد بھی نفع اٹھانا درست نہیں	۹	سود کو حلال سمجھنے والا مرتد ہے
۲۶	رہن (گروی) میں رکھی ہوئی زمین سے نفع اٹھانے کا حیلہ جائز نہیں	۱۰	سود کیوں حرام ہے؟
		۱۰	سود اور بیع کا فرق
		۱۲	سود سے متعلق چند احادیث
		۱۳	سود اور سودی مال !
۲۷	رشوت، سودی اور ناجائز آمدنی سے معافی و طلاق کا طریقہ	۱۳	مسلمانوں کی کمزوری و پستی کے اسباب
۲۸	توبہ کے بعد حرام مال کا حکم	۱۵	مال کی کمی دین کی کمزوری کا سبب نہیں
۳۱	باب دوم	۱۵	سودی لین دین مسئلے کا حل نہیں
۳۱	رشوت کا بیان	۱۷	مسلمانوں کی تنزلی اور دوسری قوموں کی ترقی و کامیابی کا راز
۳۱	رشوت کی مذمت اور اس کا گناہ		ترقی کا غلط مفہوم اور
۳۲	رشوت سے متعلق چند ضروری مسائل	۱۸	مسلمانوں کی ترقی کا معیار
۳۲	مجبوری میں رشوت کا جواز		افلاس و تنگدستی کی وجہ سے
۳۳	رشوت کی عقلی خرابیاں	۲۰	سود کے جواز کا شبہ
۳۳	رشوت عقل و انسانیت کے بھی خلاف ہے	۲۰	واقعی اگر سود ترقی کا ذریعہ ہے تو اس کو حلال تو نہ سمجھو
۳۴	رشوت کے جواز کا بہانہ		دارالحرب میں حربی سے
۳۴	رشوت لینے میں ضرورت، مجبوری اور تنگی کا بہانہ	۲۱	سود لینے کے متعلق حقیقت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۰	غریب آدمی کے لئے ضروری ہدایت	۳۵	رشوت اور سودی مال کا انجام
۵۰	قرض لینے کے سلسلہ میں عام کوتاہی	۳۷	باب سوم
۵۱	قرض لینے کے سلسلہ میں	۳۷	قمار اور جوا
	اہل اللہ کے معمولات	۳۸	جوئے باز پنپ نہیں سکتا
۵۳	کیسی حالت میں قرض لینا چاہئے	۳۹	سود خور اور رشوت خور کا حال
۵۳	مقروض شخص کو پُر تکلف دعوت	۳۹	حرام مال کی نحوست دے برکتی!
	کرنا جائز نہیں، ایک حکایت	۴۰	سود اور رشوت کا پیہر قرض
۵۵	جو شخص ادائیگی قرض کی پوری کوشش کرتا ہے	۴۰	میں دینا بھی جائز نہیں
۵۵	سے اللہ تعالیٰ اس کو نئی فرمادیتا ہے	۴۱	باب چہارم
۵۵	ادائیگی قرض کے سلسلہ میں بڑی کوتاہی	۴۱	قرض کا بیان
۵۶	قرض کی ادائیگی میں	۴۱	قرض سے متعلق چند احادیث نبویہ
	غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ	۴۲	قرض سے متعلق چند مزید احادیث نبویہ
۵۷	بعض لوگوں کی عادت	۴۲	قرض دینے کی فضیلت
۵۸	قرض لے کر ادا نہ کرنے کا مرض	۴۳	قرض
۵۹	قرض کی ادائیگی میں سستی و کوتاہی	۴۳	قرض دینے کی اہمیت اور قرض
۵۹	میت کا قرض ادا کرنے	۴۳	نہ دینے والوں کی کوتاہی کا علاج
	میں وارثوں کی عام کوتاہی	۴۴	قرض داروں کی کوتاہی کی وجہ سے
۶۰	مرنے کے بعد سب	۴۴	مالداروں کو قرض دینا بند نہیں کرتا چاہئے
	سے پہلے کیا کرنا چاہئے	۴۷	قرض سے متعلق چند احکام
۶۱	ادائیگی قرض کی دعا میں	۴۹	نادار اور مجبور قرضدار کو
۶۲	ادائیگی قرض کا وظیفہ		مہلت دینا واجب ہے
۶۲	امانت میں خیانت اور اس	۴۹	مقروض کو مہلت دینے اور
	کی واپسی میں لاپرواہی		معاف کرنے کی وجہ سے بخشش
۶۳	قرض کے لین دین سے متعلق	۴۹	”ہم نہ دنیا میں لیں گے نہ
	یادداشت کاپی کی ضرورت		آخرت میں“ اس طرح کہنے
			سے قرض معاف نہ ہوگا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

یوں تو شریعتِ مطہرہ نے بہت سے معاملات کو معصیت، ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، لیکن ایسی معصیت جس کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو، اور ایسا گناہ کہ جس میں سخت ترین عذابِ الیم کی دھمکی دی گئی ہو جو کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہو، وہ معصیت اور گناہِ کبیرہ سود اور سودی لین دین ہے، قرآن کی متعدد آیات میں اس کی تصریحات موجود ہیں۔

انتہائی رنج و افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں سود، رشوت، حرام خوردی کا اس قدر بازار گرم ہے کہ انبیاءِ باللہ!

طرح طرح کی ناجائز صورتوں، باطل حیلوں کی آڑ میں سودی لین دین کا کاروبار بڑھتا ہی جا رہا ہے، نہ صرف یہ کہ اس کو جائز بلکہ استحسان کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور ماٹو پرست قوتوں کا تسلط اور دنیاوی ترقی کا بھوت اور ذہنی غلامی کا طوق اس طرح پڑا ہوا ہے کہ مسلمان کے عقیدہ میں یہ بات بیخچہ چکی ہے کہ مسلمان سودی لین دین اور رشوت و حرام خوردی کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا، اس کے لئے حلال روزی کے گویا سارے راستے مسدود، رزقِ حرام کے بغیر اس کی ترقی ناممکن!

یہ رسالہ ”سود، رشوت، قرض کے شرعی احکام“ اسی غلط فہمی کے ازالہ، نیز سود خوردی کے باطل حیلوں اور سود و رشوت کے چور دروازوں کی نشاندہی کے لئے

مرتب کیا گیا ہے۔

یہ رسالہ دراصل حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے افادات کا مجموعہ ہے جو ان کی مختلف تصانیف، ملفوظات و مواعظ سے مأخوذ ہے۔

اصلاً یہ رسالہ احقر کی مرتب کردہ کتاب ”احکام المال“ کا ایک جزء ہے، لیکن ضخامت نیز اس کی اہمیت و ضرورت اور افادیت کے پیش نظر اس کی اشاعت علیحدہ مناسب تھی، اس لئے اس کو مستقلاً شائع کیا جا رہا ہے تاکہ زائد سے زائد اس کی اشاعت کی جاسکے۔

قارئین کرام سے ہمدردانہ گزارش ہے کہ زیادہ سے زیادہ دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کی سعی فرمائیں، مختلف مروجہ زبانوں میں بھی ترجمہ کرا کے اسی قسم کے کاروباری تاجروں، دوسرے بھائیوں تک پہنچانے کی سعی فرمائیں، اس پُر فتن گئے گزرے دور میں شاید اللہ جل جلالہ کے نزدیک یہی کوشش آپ کے لئے باعث نجات بن جائے۔

مالیات سے متعلق ایک مفصل رسالہ ”احکام المال“ کے نام سے زیر طبع ہے، جس میں مال و اسباب، جائیداد کی اہمیت، مال کمانے کی ضرورت اور حصول مال کے جائز و ناجائز طریقے، مختلف پیشے، اصول تجارت وغیرہ مضامین تفصیل سے عرض کئے گئے ہیں، اور دوسرے رسالہ میں مال کے خرچ کرنے کے طریقے اور اپنی زندگی میں مال تقسیم کرنے نیز وصیت، میراث وغیرہ کے شرعی احکام اور آسان طریقے ذکر کئے گئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ زیادہ سے زیادہ امت مسلمہ کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

(مفتی) محمد زید مظاہری ندوی

باب اول

سود کا بیان

سود سے متعلق آیات قرآنیہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
 ۱۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا الرِّبٰۤىۤا اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا
 اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ.
 وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.

ترجمہ و تشریح :- اے ایمان والو! سود مت کھاؤ یعنی سود مت لو کئی
 حصہ زائد کر کے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اُمید ہے کہ تم کامیاب
 ہو جاؤ گے اور اس آگ سے بچو جو اصل کافروں کے لئے تیار کی گئی
 ہے، یعنی سود وغیرہ گناہ مت کرو جو دوزخ میں لے جانے والے
 ہیں، اور خوشی سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو تو
 اُمید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے۔

(بیان القرآن ج ۳ ص ۵۷ سورۃ آل عمران)

۲۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤىۤا اِنَّ

كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ. فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ.

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود بھایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو، پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو! یعنی تم سے جہاد ہوگا۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۱۶۷: سورہ بقرہ)

۳:- الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقْوَمُ الَّذِي يَخْبِطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا، وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا.

ترجمہ و تشریح:- جو لوگ سود کھاتے ہیں، یعنی لیتے ہیں قیامت کے دن قبروں سے اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح ایسا شخص کھڑا ہوتا ہے، جس کو شیطان لپٹ کر خطی بنا دے، اور یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان سود خور لوگوں نے سود حلال ہونے کے لئے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود کے مثل ہے کیونکہ اس میں بھی مقصود نفع حاصل کرنا ہوتا ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، اور سود لینے سے فی الحال مال بڑھتا نظر آتا ہے، لیکن انجام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں، کبھی تو دنیا ہی میں سب برباد ہو جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو یقینی بربادی ہے، کیونکہ وہاں اس پر عذاب ہوگا، اس کے برخلاف صدقہ دینے میں اگرچہ فی الحال مال گھٹتا معلوم ہوتا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں، کبھی دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں تو یقیناً بڑھتا ہے

کیونکہ وہاں اس پر بہت ثواب ملے گا۔

(بیان القرآن ج: ۱ ص: ۱۶۲ سورۃ بقرہ)

فقہاء کے ارشادات

سود کو حلال سمجھنے والا مرتد ہے

۱:- سود کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اسلام کے بعد کفر کرنا ارتداد ہے، اس لئے یہ شخص (جو سود کو حلال سمجھتا ہے) مرتد ہو جائے گا، اگر از سر نو اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اس کا تمام مال اس کی ملکیت سے زائل ہو جاتا ہے۔

۲:- سود کو نہ چھوڑنا اگر اس طرح ہے کہ حلال تو نہیں سمجھتا (لیکن باز نہیں آتا تو اگر اسلامی حاکم ہے اس کے لئے شرعی حکم یہ ہے کہ) اس پر جبر کرنا چاہئے اور اگر وہ جبر کو نہ مانے بلکہ گروہ بنا کر مقابلہ میں آجائے تو ان سے جہاد کرنا چاہئے، کیونکہ ایسے لوگوں کا حکم باغیوں کا سا ہوگا، اور باغی کے احکام میں یہ ہے کہ ان میں جو لوگ قتل سے بچتے رہیں ان کا مال ان کی ملکیت سے تو زائل نہیں ہوتا مگر ان کے قبضے سے نکال لیا جاتا ہے، یعنی چھین کر اپنے قبضہ میں امانت کے طور پر رکھا جاتا ہے، وہ لوگ جس وقت توبہ کر لیں گے ان کے اموال ان کو واپس کر دیئے جائیں گے، یہ سب مسائل ہدایہ میں موجود ہیں۔

(بیان القرآن ج: ۱ ص: ۱۶۷ سورۃ بقرہ)

سود کیوں حرام ہے؟

سود اور بیع کا فرق

آج کل لوگوں میں یہ مرض پیدا ہو گیا ہے کہ لوگ یہ دریافت کرتے ہیں کہ سود کیوں حرام ہے؟ اس میں کیا خرابی ہے؟ جان کا بیمہ کیوں ناجائز ہے؟ اس میں تو بڑا نفع ہے۔ سو یاد رکھو! کہ اس سوال کا کسی مسلمان کو حق نہیں، مسلمان کے لئے اتنی وجہ کافی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس فعل سے ناراض ہیں، عاشق کو اتنی بات معلوم کرنے کے بعد کہ محبوب اس بات سے ناراض ہوتا ہے کسی اور وجہ کا انتظار نہیں ہوتا، پھر مسلمان کو گناہ کے متعلق علتوں اور حکمتوں کی تلاش کا انتظار کیوں ہے؟ اور اگر تم عاشق نہیں بننے تو خدا کے غلام تو ہو، اب خود ہی انصاف کر لو کہ اگر تمہارا کوئی نوکر یا غلام یہ دریافت کرنے لگے کہ: آپ فلاں کام سے کیوں ناراض ہوتے ہیں؟ اس کی وجہ بتلا دیجئے تب میں اس کام سے باز آؤں گا، ورنہ میں اپنی رائے پر عمل کروں گا۔ تو آپ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟ افسوس! کہ ہم اس غلام سے یہی گئے گزر رہے ہو گئے جس کو ایک شخص نے خریدا اور پھر پوچھا کہ: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ: اب تک خواہ کچھ بھی نام تھا، لیکن اب تو وہی نام ہے جس نام سے آپ پکاریں۔ آقا نے پوچھا کہ: تو کیا کھاتا ہے؟ کہنے لگا: جو حضور کھلائیں گے وہی کھاؤں گا، جو آپ پہنائیں گے وہی پہنوں گا۔

افسوس! ہم خدا کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور خدا کے احکام کی علتیں ڈھونڈتے ہیں، آج کل اکثر تعلیم یافتہ ہیں کہ ان کو یہ جواب کافی نہیں ہوتا کہ سود اس واسطے حرام ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہیں، بلکہ وہ اس کی عقلی علت معلوم کرنا

چاہتے ہیں اور جب تک علت معلوم نہ ہو اس وقت تک ان کو تسلی نہیں ہوتی۔

ایک صاحب کہنے لگے کہ: میں سود کے مذموم (برا) ہونے کی یہ علت نہیں تسلیم کرتا کہ اس سے دوزخ میں جانا ہوگا، بلکہ میں تو اس واسطے اسے حرام سمجھتا ہوں کہ اس میں بے مروتی بہت زیادہ ہے کہ اپنے بھائی کو دیئے تھے سو روپے اور لئے دو سو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علت (وجہ) ایسی ہے کہ جس کو ذرا سے غور و فکر کے بعد ہر عقلمند آدمی توڑ سکتا ہے، کیونکہ ذہین آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ایسی بے مروتی ہر تجارت میں ہے، مثلاً ہم نے ایک کپڑا خریدا تو دس روپے میں اور اس کو بیچنے لگے میں روپے میں، یہ بھی بے مروتی ہے۔ ایک مکان ہم نے تیار کیا دو ہزار میں اور بیچنے لگے دس ہزار میں، یہ بھی بے مروتی ہے۔ اب وہ شخص جو سود کو محض بے مروتی کی وجہ سے بُرا سمجھتا ہے ان صورتوں میں اور سود کی صورت میں کوئی عقلی فرق بیان کرے، سو ہرگز وہ عقلی فرق نہ بیان کر سکے گا، چنانچہ کفار مکہ کو بھی یہی شبہ پیش آیا تھا، ان کو بھی یہی حیرت تھی وہ کہتے تھے: "أَلَمْ يَبْعُوا مِثْلَ الرِّبَا" (تجارت بھی تو سود کی طرح ہے)، سود میں اور بیع میں کیا فرق ہے؟ دونوں ظاہر میں یکساں معلوم ہوتے ہیں، تو اب وہ علت کہاں رہی؟ قرآن میں تو اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ سننے کے قابل ہے، حق تعالیٰ نے عقلی وجہ فرق کوئی بیان نہیں فرمائی بلکہ یہ فرق بیان فرمایا کہ: "أَحْسَلُ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" (اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا)۔

اب دونوں یکساں کیوں ہو سکتے ہیں بلکہ دونوں میں بڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے بیع اور تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے، اور حق تعالیٰ مالک ہیں، انہیں اختیار ہے جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں، کسی کو اس کی وجہ دریافت کرنے کا کوئی حق نہیں، علماء کو چاہئے کہ ایسے سوالات کے جوابات میں قرآن کا طرز اختیار

سود سے متعلق چند احادیث

۱:- حضرت ثمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک روز صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آج رات ہم نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھ کو اٹھا کر کہا: چلو! میں ان کے ساتھ چلا (یہاں تک کہ) ایک نہر پر پہنچے جو خون کی طرح لال تھی اور اس نہر کے اندر ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارہ پر ایک اور شخص ہے اس نے بہت سے پتھر جمع کر رکھے ہیں، وہ شخص تیرتا ہوا دھڑکوتا ہے یہ شخص اس کے منہ پر ایک پتھر کھینچ کر مارتا ہے، جس کے صدمہ (چوٹ) سے پھر وہ اپنی جگہ پہنچ جاتا ہے، پھر وہ تیر کر نکلتا ہے یہ شخص پھر اسی طرح اس کو (مار کر) ہٹا دیتا ہے، میں نے پوچھا: یہ دونوں کون لوگ ہیں؟ (ان دونوں نے جواب دیا کہ یہ لوگ) سودخور ہیں۔

(تعمیم التعلیم۔ التبلیغ ج: ۲۱ ص: ۲۶، بخاری جزاء الأعمال ص: ۲۸)

۲:- ایک حدیث پاک میں پیش گوئی فرمائی گئی ہے کہ جب تم ایسا کرو گے (یعنی سودی لین دین کرو گے اور اس کے لئے طرح طرح کے حیلے کرو گے) تو ذلیل و خوار ہو گے اور دوسری قومیں تم پر غالب آ جائیں گی۔ (صفائی معاملات ص: ۱۶)

۳:- ایک حدیث شریف میں ہے: جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی

کرنے لگے گی تو قحط، تنگی اور حاکموں کے ظلم میں مبتلا ہوگی۔

(جزاء الاعمال ص: ۸)

سود اور سودی مال!

سود کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ”يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا“ کہ سودی مال جمع ہوتا ہے اور ایک دن مٹ کر رہتا ہے، اور حقیقہً تو مٹا ہی ہے مگر کبھی صورت بھی مٹ جاتا ہے، ایک دن بری طرح مارے جاتے ہیں اور اگر اتفاقاً نہ بھی مٹے تب بھی اس سے کلام الہی پر اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ ”يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا“ یہ تعبیہ مہملہ ہے جو جزئی کی قوت میں ہوتا ہے اگر ایک دفعہ بھی مٹ جائے تو وہ صادق آجائے گا، معنی یہ ہیں کہ سود والے اکثر مٹتے ہیں اور اس کے بہت سے واقعات ہیں جن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، اگر کہیں ظاہراً نہ بھی مٹے تو دوسرے طریقہ سے مٹا ہے، مٹنے کی قسمیں مختلف ہیں، ایک یہ کہ مال جاتا رہے چوری وغیرہ ہو جائے یہ تو ظاہری مٹا ہے، اور ایک مٹنا معنوی طریقہ سے ہوتا ہے وہ یہ کہ سود والا اس مال سے خود نفع نہیں اٹھاتا (خواہ بیاداری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے) فاقہ کر کر کے عمر ختم ہو جاتی ہے، سود لینے کا سبب بخل ہے جتنا سود لیتا ہے اتنا بخل بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اپنے تن پر بھی خرچ نہیں کرتا، غرض کہیں اس طرح بھی سود مٹتا ہے کہ اپنے اوپر خرچ نہیں ہوتا تو یہ برکت اور نفع کا مٹنا ہوا۔

(البلغ اکام المال ج: ۱۵ ص: ۳۵)

مسلمانوں کی کمزوری و تباہی کے اسباب

مسلمانوں کے لیڈر بار بار اس میں غور کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے؟ مگر اب تک حقیقت تک کوئی نہیں پہنچا، کسی نے یہ کہہ دیا کہ یہ لوگ سود

لیتے ہیں اس وجہ سے ان کو ترقی ہو رہی ہے، مگر یہ بالکل غلط ہے، اگر سود میں ترقی کا اثر ہوتا تو چاہئے تھا کہ مسلمانوں میں سے جو لوگ سود کے گناہ میں مبتلا ہیں ان کو بھی ترقی ہوتی، حالانکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں وہ کچھ بھی ترقی والے نہیں ہوئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت نے چونکہ تجارت کی بعض صورتوں کو ناجائز کہا ہے اس لئے مسلمان ترقی نہیں کر سکتے، مگر یہ بھی غلط ہے، کیونکہ معاملات میں شریعت کے مسائل کے کتنے تاجر پابند ہیں؟ غالباً دو چار کے سوا کوئی نہ ملے گا تو پھر ان تاجروں کو ایسی ترقی کیوں نہ ہوئی؟ یہ کون سے ناجائز معاملے چھوڑ دیتے ہیں؟

(الحرۃ بذلۃ البقرۃ ارشادِ احکم الامت ص ۴۷۲)

مسلمانوں کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنے بھائیوں سے بلا سود کے ملنا نہیں، اس لئے دوسری قوموں سے سودی قرض لینے کی ضرورت ہوتی ہے، اور برباد ہوتے ہیں، اور بے سود قرض نہ ملنے کی وجہ یہ نہیں کہ دوسرے مسلمانوں کے پاس روپیہ نہیں ہے، ابھی میں عرض کر چکا ہوں کہ مسلمان بہت مالدار ہیں، لیکن بد معاملگی کے خوف کی وجہ سے قرض نہیں دیتے، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ خود چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی امداد کریں اور ان کو قرض دیں، مگر ڈرتے ہیں کہ دے کر کیا لے لیں گے؟ اگر خوش معاملگی (سچائی اور وعدہ کی پختگی) مسلمانوں میں شائع ہو جائے تو خود آپس ہی میں ایک دوسرے کی حاجت پوری ہوتی رہے، اور سود دینے کی ضرورت نہ پڑے، تو جو تباہی کا سبب ہے وہ ختم ہو جائے۔

پس ثابت ہوا کہ بد معاملگی (یعنی معاملہ کی خرابی) تجزی کا سبب ہے، ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ کسی کا روپیہ لے کر دینا نہیں چاہتے، حتیٰ کہ اگر کسی غریب کے چار پیسے ہوں گے وہ بھی ٹال کر دیں گے اور اس پر فخر کرتے ہیں کہ ہم سے تقاضا

کرنے کی مجال نہیں ہوتی۔

اسی طرح قرض خواہ کو نہ دیں گے اور بہانہ کر دیں گے کہ بھائی! ابھی خرچ نہیں آیا اور اسی حالت میں اگر بچہ کے ختنہ درپیش ہو جائے یا کوئی شادی کرنا ہو تو بہت روپیہ اگل دیں گے، غرض بد معاملگی کا مرض عام ہے۔ (سنہ ابراہیم ص ۲۲)

مال کی کمی دین کی کمزوری کا سبب نہیں

اگر روپیہ کا نہ ہونا دین کی کمزوری کا سبب ہے تو امراء (مالداروں) میں دین زیادہ ہونا چاہئے تھا، سو آپ مشاہدہ کر لیں کہ روپیہ والوں میں دین زیادہ ہے یا غریبوں میں؟ دراصل اگر قلب سلیم ہے تو روپیہ کا ہونا نہ ہونا دونوں مضر (نقصان دہ) نہیں، اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو روپیہ کا نہ ہونا تو کم مضر ہے، اور روپیہ کا ہونا زیادہ مضر ہے۔ (طریق النجاة دین دنیا ص ۷۳) ہم نے بہت کم لوگ ایسے دیکھے ہیں جن کو فراغت نصیب ہو (یعنی وہ مالدار ہوں) پھر بھی توجہ الی اللہ کی فکر ہو، اِنَّا مَشَاءُ اللہ، مال کے ساتھ تو زیادہ تر خدا سے غفلت، بے پروائی، غریبوں کی تحقیر، بے رحمی اور ظلم و زیادتی ہوتی ہے۔ (الاحسان ص ۳۰، ارشادات حکیم الامت ص ۳۶۸)

سودی لین دین مسئلے کا حل نہیں

مقلند لوگ اس میں مختلف ہیں کہ قوم کی تباہی کا سبب کیا ہے؟ میرے نزدیک تو اصل سبب معاملہ کی خرابی ہے، قوم کے بعض لیڈر کہتے ہیں کہ: سود بند کرنے سے تباہی آئی ہے، جو قومیں سود لیتی ہیں وہ خوب ترقی کر رہی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی بہت سے لوگ سود لیتے ہیں، لیکن ان کے کچھ کام نہیں آتا، کیونکہ مال سے مقصود دنیاوی نفع اٹھانا ہے، اور سود خور جمع کرتے کرتے مرجاتے ہیں اور

بسا اوقات جن کے لئے جمع کرتے ہیں ان کو بھی نہیں ملتا، اور فرض کرو اگر نفع بھی اٹھایا تو روحانی نقصان سے خالی رہتے ہی نہیں، یعنی دل سخت ہو جاتے ہیں کسی پر ان کو رحم نہیں آتا، کسی کی مصیبت سے ان کا دل نہیں دکھتا، اور اپنے رشتہ دار سے بھی سود نہیں چھوڑتے، جیسے بیرسروں (دکیلوں) کا حال ہے کہ وہ اپنوں کو بھی نہیں چھوڑتے، سمجھتے ہیں کہ اگر ان سے نہ لیا تو بھاء بگڑ جائے گا، اور اکثر سود خوروں کو دنیوی ترقی بھی نہیں ہوتی، اکثر سود خوروں کا مال ضائع ہوتے ہی دیکھا ہے، اور اگر ترقی بھی ہوئی تو جب دین برباد ہوا تو اس ترقی کو الے کر کیا کریں گے؟ یہ تو دینی غلطی تھی کہ سود کو ترقی کا سبب قرار دیا۔

دوسرے ایک دنیوی غلطی بھی ہے، وہ یہ کہ ترقی کا سبب وہ شے ہو سکتی ہے جس سے عام لوگ نفع اٹھائیں، اس لئے ترقی یافتہ وہی قوم ہوگی جس کے سب افراد کو ترقی ہو، اور عام طور پر ان میں مالدار پیدا ہوں، اور سود ایسی چیز ہے کہ ساری قوم میں شائع نہیں ہو سکتا، اول تو سب کے پاس مال نہیں، دوسرے آخر لے گا کون؟ اس لئے لامحالہ بعض لیں گے اور بعض نہیں، تو جو لوگ لیں گے وہ ترقی کریں گے اور جو نہیں لیں گے وہ ترقی نہیں کریں گے، بلکہ جو دیں گے تباہ و برباد ہوں گے، پس ترقی کا یہ طریقہ نہیں ہو سکتا، ترقی کا صحیح طریقہ خوش معاملگی اور اعتبار کرنا ہے۔

مسلمانوں میں خدا کے فضل سے افلاس (تنگدستی) نہیں، مسلمانوں میں تاجر، اہل ملک، رئیس سب طرح کی مخلوق ہے، مگر بات کیا ہے کہ دوسری قوم کو سود دیتے ہیں اسی وجہ سے تباہی آتی ہے، تو ایسی صورت ہونا چاہئے کہ سود نہ دینا پڑے، اور وہ طریقہ صرف خوش معاملگی (یعنی اچھا معاملہ کرنا) ہے۔ (سنت ابراہیم ص: ۲۲۰)

مسلمانوں کی تنزلی

اور دوسری قوموں کی ترقی و کامیابی کا راز

غیر قوموں کی ترقی کا اصل سبب جو باتیں ہیں وہ دوسری ہیں، اور وہ ان کی ایسی صفتیں ہیں جو انہوں نے آپ ہی کے گھر سے لے لی ہیں، جیسے منتظم ہونا، مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، بُردبار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا، صرف جوش سے کام نہ لینا جوش سے کام لینا، آپس میں اتحاد و اتفاق کرنا۔ اور یہ سب وہ باتیں ہیں جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے، ان سب احکام کا خاصہ ہے کہ ان کو اختیار کرنے سے ترقی ہوتی ہے، اور چھوڑ دینے سے ترقی والوں کی ترقی بھی خاک میں مل جاتی ہے، چاہے کوئی اختیار کرے چاہے کوئی چھوڑ دے۔

(الحكمة بفتح البقرة، إرشادات حكيم الأمت ص: ٢٤٣)

اسلامی اصول میں فطرۃ یہ خاصیت ہے کہ وہ پریشانی اور کلفت کو دور کرتے ہیں، اس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی قید نہیں، اسلامی اصول پر جو بھی عمل کرتا ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر راحت پاتا ہے، البتہ آخرت میں کامیابی کے لئے اسلام بھی شرط ہے۔

(ملفوظات نمبر ۳۰، ص ۴۳۳، ارشادات حکیم الامت ص ۴۷۳)

کیونکہ شرعی احکام اور اسلامی اخلاق کے دو شمرہ ہیں، ایک اللہ کے نزدیک مقبولیت، دوسرے دنیاوی ترقی۔ اللہ کے نزدیک مقبولیت کے لئے تو اسلام شرط ہے، جو مسلمان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

دوسرا اثر ہر اس شخص کو حاصل ہو جاتا ہے جو اسلامی اخلاق پر عمل کرنے لگے، چنانچہ اس وقت تک جن قوموں نے بھی ترقی کی ہے اسلامی تعلیمات کو اختیار کر کے ہی

ترقی کی ہے۔

تخلیم، دیانت، اتحاد، ایثار، عدل، وعدوں کو پورا کرنا، سادگی، کفایت شعاری، محنت، قوم کی خدمت، اور قومی نشان کی حفاظت وغیرہ وغیرہ، کس کے گھر کی چیزیں ہیں؟ کیا اسلام اور مسلمانوں سے پہلے کسی نے ان کا نام بھی سنا تھا؟ یہ صرف مسلمانوں کے گھر کی دولت تھی جس سے آج وہ کوسوں دور ہیں، اور دوسری قومیں مغربیوں کے ساتھ اس کو تھامے ہوئے ہیں۔

افسوس! اس وقت مسلمان ہی ایک ایسی قوم رہ گئی ہے جس کو جس شکل اور جس وضع میں چاہو ڈھال لو، کبھی عیسائیوں کی شکل میں ان کو دیکھ لو، کبھی ہندوؤں کی وضع میں۔ (ملفوظات نمبر ۵۰ ص ۱۲۷، ارشادِ حکیم الامت ص ۳۷۸)

مسلمان اگر تباہ و برباد نہ ہوں تو اور کیا ہوں؟ اس جاہی و بربادی کی وجہ زیادہ تر بدانتظامی ہے جو بے فکری کی دلیل ہے، اس بے فکری کی بدولت ہزاروں زمیندار، رئیس اور نواب بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔

حتیٰ کہ اس کی وجہ سے سلطنتیں دے بیٹھے، اس کی بدولت دنیا تو دنیا دین تک تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۷۳)

ترقی کا غلط مفہوم اور مسلمانوں کی ترقی کا معیار

(لوگ) کہتے ہیں کہ یہ ترقی کا زمانہ ہے، تو گویا سلف سے اس وقت تک تزلزل ہی رہا، نالائقوں کو خبر نہیں کہ ملک و مال و جاہ و ثروت ہی ترقی کا معیار ہیں تو پھر فرعون، قارون، شداد، نمرود تو انبیاء علیہم السلام سے بھی بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے۔

اے مسلمانوں کی ترقی کا معیار دین ہے، اگر دین درست ہے اور اللہ راضی

ہے یہ ان کی ترقی ہے، اور اگر دین درست نہیں اور اللہ ناراض ہے تو یہ تیزی سے، آخر کفر و اسلام میں فرق ہی کیا ہوا؟ اگر دین ہوتے ہوئے دنیا بھی تمہارے پاس ہو تو کون منع کرتا ہے؟ بلکہ اس کی وجہ سے دین کی اشاعت اور تبلیغ میں مدد ملے گی، پھر وہ دنیا دنیا ہی نہ ہوگی بلکہ عین دین ہوگا۔ (الاقاضات لمفوط نمبر: ۱۰۰)

اگر مال کے ساتھ دین پوری طرح محفوظ رہے تو تم کو دنیا کی ترقی سے کون روکتا ہے؟ جتنی چاہے ترقی کرو، خواہ بادشاہ ہو جاؤ، خواہ وزیر ہو جاؤ، مگر حدود کے اندر رہو۔ (المجرب بالصرح ص: ۳۳)

وہ شخص دنیا دار نہیں جس کے قلب میں تو خدا اور رسول کی محبت ہو اور ہاتھ میں مال رکھتا ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ اگر لاکھ روپے ملتے ہوں اور دین کا نقصان ہوتا ہو تو دین کے مقابلہ میں لاکھ روپے پر لات مار دے۔ (الحیاء ص: ۲۸)

آج کل بعض لوگ دنیا کو دین پر مقدم کر کے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ طریقہ سراسر گمراہی ہے۔ (الاقاضات ص: ۲۸۹)

اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو یہ دیکھو کہ پہلے مسلمانوں کو ترقی کیونکر ہوئی؟ چنانچہ جن لوگوں نے صحابہؓ کی ترقی کا حال دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ان حضرات کو محض دین کی اتباع کی وجہ سے ترقی ہوئی، وہ دین میں پختہ تھے، ان کے معاملات و معاشرت و اخلاق بالکل اسلامی تعلیم کے مطابق تھے، اس لئے دوسری قوموں کو خواہ مخواہ اسلام کی طرف کشش ہوتی تھی اور اگر کسی نے مقابلہ کیا تو چونکہ انہوں نے خدا کو راضی کر رکھا تھا اس لئے خدا تعالیٰ ان کی مدد کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ بے سرو سامانی کے باوجود اور قسوتِ عدد کے باوجود عدد کی بڑی سلطنتوں کو آنکھ ملانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

(کلمات اشرفہ ص: ۷۷)

افلاس و تنگدستی کی وجہ سے سود کے جواز کا شبہ

سوال ۲۰۵:- مسلمانوں کے موجودہ افلاس و تنگدستی کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا سود کا لین دین خواہ آپس میں ہو یا دوسری قوموں سے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- رہا کی حرمت کی آیت جب نازل ہوئی ہے، اس وقت (مسلمانوں میں تنگدستی و) افلاس اس وقت سے زیادہ تھا، اور نیز بہت سا سود ان معاملات کا لینا باقی تھا جو زمانہ جاہلیت اور حالت کفر میں ہو چکے تھے، اس پر بھی حکم ہوا کہ سود چھوڑ دو، ورنہ خدا اور رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔

جب حالت کفر کا سود وصول کرنا جائز نہیں رکھا گیا، تو ابتداء (شروع ہی سے) ایسا معاملہ کرنا کیونکر جائز سمجھا جائے گا؟

نبیؐ نے حدیث نقل کی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے کفار سے جن شرطوں پر صلح کی تھی ان میں یہ بھی قید تھی کہ: ”فَمَا لَمْ يَأْتِكُمْ بِالزَّيْنِ“ (جب تک سود کا لین دین نہ کریں) جب کافروں کو اکھل رہا (یعنی سود کے لین دین سے روکا گیا) تو مسلمانوں کو کیسے حلال ہوگا؟ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۶۰)

واقعی اگر سود ترقی کا ذریعہ ہے تو اس کو حلال تو نہ سمجھو

لاہور میں بعض لوگوں کا خیال معلوم ہوا کہ سود کو حلال کرنے کی کوشش میں ہیں تاکہ مسلمانوں کو ترقی ہو۔

میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ آپ کے اس خیال کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سود ترقی کا ذریعہ ہے تو یہ سوچنے کے ترقی کا مدار سود لینے پر ہے یا اس کو حلال سمجھنے پر؟

کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے کہ سود کو حلال سمجھنے ہی پر ترقی موقوف ہے؟ پھر آخر اس کو ذریعہ ترقی بنانے میں اس کے حلال کرنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے؟ اگر سود لیتے ہو تو گناہ تو سمجھو، یوں سمجھو کہ گویا (پاخاند) کھا رہے ہیں، بُرا کر رہے ہیں۔ ایک بات یہ کہی تھی کہ گناہ کو گناہ سمجھیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ چندہ منٹ کے لئے روزانہ خدا تعالیٰ سے اس طرح عرض کر لیا کریں کہ اے اللہ! میں نہایت خبیث ہوں، بڑا گنہگار ہوں، سر سے پیر تک معصیوں میں بھرا ہوا ہوں، میری قوت نہیں کہ معصیت کو چھوڑ سکوں، آپ میری مدد فرمائیں، میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں۔ پس اس طرح روزمرہ خدا سے عرض کر لیا کریں۔ (العاقلات العاقلات لمحمد حقوق الزوجین ص: ۳۳۱)

دارالحرب میں حربی سے سود لینے کے متعلق تحقیق

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بھایا ہے اس کو چھوڑ دو۔

احقر نے جو اس آیت سے سمجھا ہے (وہ یہ ہے کہ) دارالحرب میں حربی سے سود لینا حرام ہے، کیونکہ یہ بھایا سود زمانہ جاہلیت کا تھا جس وقت کہ مکہ دارالحرب تھا، اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہو اس کا مطالبہ ہر حال میں درست ہے، گو مطالبہ کے وقت وہ معاملہ ناجائز ہو، مثلاً ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک روپے کی شراب خریدی، ان کے لئے معاملہ حلال تھا، پھر دونوں مسلمان ہو گئے باوجودیکہ اب ایسی بیع و شراء درست نہیں، مگر پچھلا روپیہ وصول کرنا درست ہے۔

پس جب ربا (سود) میں پچھلا بقیہ لینے کی اجازت نہ ہوئی، معلوم ہوا کہ اس وقت بھی (حربی سے دارالحرب میں سود لینا) حلال نہ تھا پھر حربی، حربی میں درست نہ ہوا تو مسلم اور حربی میں کیسے درست ہوگا؟ رہا لیا ہوا واپس نہ ہونا یہ تخفیف تھی حرام کا علم نہ ہونے کی وجہ سے حربی کثیر کے دفع کرنے کے سبب سے۔

اور فقہی روایت جو اس کے متعلق مشہور ہے احقر کے نزدیک اس کی خاص تفسیر ہے جس سے سود کی حلت لازم نہیں آتی۔ (بیان القرآن ج: ۱ ص: ۱۶۸ سورہ بقرہ)

قرض کی وجہ سے مقروض سے

جس صورت سے بھی نفع اٹھائے وہ سود ہے

قرض دینے والے کو قرض کے دیاؤ یا رعایت سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب کوئی شخص قرض دے پھر وہ قرض لینے والا اس شخص کو کچھ ہدیہ دے یا گھوڑے وغیرہ پر سواری دے تو اس شخص کو چاہئے کہ نہ سوار ہو نہ ہدیہ قبول کرے، ہاں! اگر پہلے سے ان دونوں میں اس قسم کی عادت جاری ہو تو مضا نقہ نہیں۔

(ابن ماجہ، ترمذی)

ابو بردہ ابن موسیٰ سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آیا اور عبد اللہ بن سلام سے ملا، انہوں نے فرمایا کہ: تم ایسی سر زمین میں رہتے ہو جہاں سود کی کثرت ہے، تو جب کسی شخص کے ذمہ تمہارا کوئی حق ہو (یعنی قرض ہو) اور وہ تمہارے پاس بھوسہ یا جو یا گھاس کی گٹھری جیسے تو تم اس کو مت لینا کیونکہ وہ سود ہے۔ (بخاری)

اس قاعدہ سے بہت سے مسائل معلوم ہو سکتے ہیں، بطور مثال کے بعض ذکر

کرتا ہوں۔ بعض ڈکاندار مقرض، قرض کی رعایت کی وجہ سے قرض خواہ کو بغیر نفع لئے ہوئے سودا دیتے ہیں، قاعدہ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہ درست نہیں۔

(مضامین معاملات ص ۱۳، ۱۴)

سود خوروں کے بدترین حیلے

بعض سود خوروں نے یہ حیلہ نکالا ہے کہ ان کے پاس کوئی شخص قرض مانگنے آیا، انہوں نے ایک رومال میں سو روپیہ باندھ کر کہا کہ یہ پورا ایک سو پچیس روپے کا ہے، سو روپے کے بدلے میں سو روپے اور رومال کے بدلے میں پچیس روپے (حالانکہ رومال کی قیمت زائد سے زائد دو چار روپے ہوگی)، دوسرے شخص نے قبول کر لیا اور ادا کرتے وقت ایک سو پچیس روپیہ دے دیا، یہ بالکل حرام ہے، کیونکہ اصل مقصود یہ ہے کہ ایک سو روپے کے بدلے میں ایک سو پچیس روپے لوں گا، رومال کو بیچنا ہرگز مقصود نہیں، محض حیلے کے لئے بیع کی صورت اختیار کی ہے۔

اور اگر بیع کو مقصود بھی مان لیا جائے تب بھی چار روپے کا رومال پچیس روپے میں صرف اس دباؤ سے خریدا ہے کہ اگر نہیں خریدتے تو قرض نہیں ملتا، اور اوپر یہ قاعدہ بیان ہو چکا ہے کہ جو نفع قرض کے دباؤ سے حاصل ہو وہ سود ہے، حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

اسی طرح جس جگہ چاندی کو چاندی کے بدلے یا سونے کو سونے کے بدلے کم و زیادہ کر کے بیچنا منظور ہو مگر جائز کا حیلہ اختیار کرنے کے لئے کم جانب میں ایک روپیہ مثلاً ملا لیں کہ جس کی قیمت اس قدر نہ ہو جس قدر دوسری طرف زیادہ مال ہے، یہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(کنزانی الوکالت)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی بیج پہاڑ کے برابر گراں معلوم ہوتی ہے۔
(کذا فی فتح القدر۔ منافی معاملات ص: ۱۵)

ایک اور ناجائز حیلہ

اسی طرح حیلہ کی ایک صورت اور نکالی ہے، وہ یہ کہ مثلاً زید نے عمرو سے دس روپے قرض مانگے، عمرو نے کہا کہ قرض تو نہیں دیتا مگر ہاں دس روپے کا مال بارہ روپے میں لے جاؤ اور کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اپنا کام چلاؤ، اور جب تمہارے پاس ہو بارہ روپے اس سامان کی قیمت ادا کر دینا، یہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(کذا فی الہدایہ)

سود خوروں نے یہ صورت اختیار کی ہے۔
(کذا فی الکفایہ)

امام محمدؒ اس کے متعلق بھی فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی بیج پہاڑ کے برابر گراں معلوم ہوتی ہے، اور حدیث شریف میں بھی اس کی مذمت آئی ہے، اور پیش گوئی فرمائی گئی ہے کہ جب تم ایسا کرو گے ذلیل و خوار ہو گے اور غیر قومیں تم پر غالب آجائیں گی۔
(کذا فی فتح القدر۔ منافی معاملات ص: ۱۶)

شیء مرہون (گروی میں رکھے ہوئے سامان یا زمین)

سے نفع اٹھانا

اسی قاعدہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ زمین کے مالکوں میں جو ایک عام عادت ہے کہ زمین یا مکان رہن رکھ کر اس سے نفع اٹھاتے ہیں، یہ ہرگز جائز نہیں، اور بعض کتابوں کی عبارتوں سے جو شبہ پڑ گیا ہے (کہ راہن یعنی گروی رکھنے والے کی اجازت سے نفع اٹھانا جائز ہے، یہ غلط ہے) اس عبارت کا مقصود نفع کا حلال ہونا نہیں

ہے کیونکہ یہ قاعدہ مذکورہ کے خلاف ہے جس کو تمام فقہاء قبول کر کے یہ قاعدہ مقرر کر چکے ہیں: ”كُلُّ قَرْضٍ جَوْزٌ نَفْعًا فَهُوَ رِبَا“ بلکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ راہن کی اجازت کے بغیر مرتہن اس سے نفع اٹھائے تو اس پر غاصب ہونے کی وجہ سے ضمان لازم آتا ہے، اور اجازت دینے سے ضمان لازم نہیں آئے گا، سو ضمان لازم نہ آنے سے حلال ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اور اگر کسی عبارت میں حلت یا اباحت کا لفظ پایا جائے تو وہ اس صورت میں ہے کہ معاملہ کے وقت اس شے سے نہ نفع اٹھانے کی شرط ٹھہری ہو، نہ وہاں اس کا رواج ہو، نہ قرض کا دباؤ ہو، اتفاقاً بطور احسان و خیر خواہی کے نفع اٹھانے کی اجازت ہو جائے، ایسی حالت میں نفع اٹھانا درست ہے، لیکن اس صورت میں وہ شے مرتہن سے خارج ہو جائے گی اور عاریت (مانگی ہوئی چیز بن جائے گی) حتیٰ کہ استعمال کرتے کرتے وہ سامان ہلاک ہو جائے یا خراب ہو جائے تو ضمان لازم نہ آئے گا، اور قرض میں نہ کئے گا، اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے، بعض لکھے پڑھے لوگ اس آفت میں مبتلا ہیں۔

(مفتی معاملات ص ۱۴۰)

شے مرہون (گروی) سے اجازت کے بعد بھی نفع اٹھانا درست نہیں

سوال ۴۶:- مرتہن کو مرہون سے (یعنی جس کے پاس گروی مال رکھا ہے

اس کو اس مال سے) نفع اٹھانا قرض داری کی اجازت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- مرہون (گروی) سے نفع اٹھانے کی شرط ہو یا اس کا رواج ہو

جیسا کہ آج کل ہے رہا حرام ہے، اور رہا اجازت سے حلال نہیں ہوتا۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۵۴)

۲۸
رہن (گروی) میں رکھی ہوئی زمین سے

نفع اٹھانے کا حیلہ جائز نہیں

بعض لوگوں نے مرہون (گروی) میں رکھے ہوئے سامان یا زمین (سے نفع اٹھانے کا یہ حیلہ نکالا ہے کہ مثلاً اسی روپے کے بدلے میں ایک زمین رہن (گروی) رکھی اور رہن (یعنی جس نے قرض لیا ہے اس) سے یہ شرط ٹھہرائی کہ یہ زمین ہم کو ایک روپیہ سالانہ کرایہ پر دے دو، اور یہ کرایہ زر رہن (یعنی اسی قرض سے) کٹا رہے گا، یہاں تک کہ اسی برس میں روپیہ ادا ہو جائے گا اور زمین چھوڑ دی جائے گی، اور اس سے پہلے چھوڑنا چاہیں تو اسی حساب سے جس قدر روپیہ باقی رہے گا وہ لے کر چھوڑ دیں گے۔ چونکہ ایک روپیہ سالانہ کرایہ زمین کا محض اس قرضے کے دہانے سے ہے، اور اوپر یہ قاعدہ معلوم ہو چکا ہے کہ جو رعایت قرض کی وجہ سے ہودہ حرام ہے، اس لئے یہ معاملہ حرام اور اس سے نفع اٹھانا خبیث ہے، جو نفع اٹھایا ہے اس کو صدقہ کر دینا چاہئے۔ (مفتی معاملات ص ۱۶)

سوال :- عمرو نے بکر سے سو روپے قرض لئے اور کچھ زمین بطور کرایہ کے پانچ سال کے واسطے دے دی اس شرط پر کہ پانچ سال بعد میری زمین واپس کر دینا اور اس زمین کی اجرت پانچ سال کی سو روپے سے زیادہ ہوتی ہے، تو ایسا لین دین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- ظاہر تو یہی ہے کہ یہ رعایت جو عمرو نے بکر کے ساتھ کی ہے قرض کی وجہ سے کی ہے، اس لئے یہ حرام اور سود ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۷۲)

رشوت، سودی اور ناجائز آمدنی سے معافی و تلافی کا طریقہ

۱:- اب ایک سوال اور رہ گیا، وہ یہ کہ کسی نے مثلاً دس ہزار روپے سود یا رشوت میں لئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ کس کس سے لئے ہیں؟ اور اب وہ چاہتا ہے کہ اس کا حق ادا کرے تو کیسے کرے؟ اس لئے کہ اس وقت اس کے پاس دس ہزار روپے نہیں ہیں، ساری عمر میں جو حرام مال کمایا تھا آج ایک دن میں سب کیسے ادا کر دے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کام شروع کر دینا اور ادائیگی کا پختہ ارادہ کر لینا بھی مقبول ہے، پہلے تو حق والے سے معافی کی درخواست کرو، اگر وہ خوشی سے معاف کر دے تب تو جلدی ہلکے ہو گئے، اور اگر معاف نہ کرے تو اب تھوڑا تھوڑا جتنا ہو سکے اس کا حق ادا کرتے رہو، مگر یہ ضروری ہے کہ اپنے فضول اخراجات کو موقوف کر دو، بس ضروری ضروری خرچوں میں اپنی آمدنی خرچ کرو، اور اس سے جتنا بھی بچے وہ حقداروں کو ادا کر دو، اور اگر وہ مر گئے ہوں تو ان کے ورثاء کو دو، اور اگر ورثاء بھی نامعلوم ہوں تو ان کی نیت سے خیرات کرتے رہو، انشاء اللہ اول تو اُمید ہے کہ دنیا ہی میں سارا حق ادا ہو جائے گا، اور اگر کچھ ادا ہوا اور کچھ رہ گیا تو اس کو حق تعالیٰ ادا کر دیں گے، حق تعالیٰ کے یہاں نیت کو زیادہ دیکھا جاتا ہے، جس کی نیت پختہ ہو کہ میں حق ادا کروں گا پھر اس پر عمل بھی شروع کر دے حق تعالیٰ اس کو بالکل بری بھی کر دیتے ہیں۔ (خیر الارشاد، حقوق و فرائض ص: ۳۰۸)

۲:- اب یہاں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے، وہ یہ کہ کسی شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو اور کسی سے رشوت لی ہو یا کسی کی غیبت کی ہو (تو اس سے تلافی کا کیا طریقہ ہے؟ اگر وہ زندہ ہے تب تو اس سے معافی مانگی جائے لیکن اگر وہ مر چکے ہوں یا لاپتہ ہوں

تو ان کے حقوق اب کس طرح ادا ہو سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں کوئی صورت لاعلاج نہیں ہے، کرنے والا ہونا چاہئے، اس کی تدبیر یہ ہے کہ آؤں تو پوری کوشش کرے ان لوگوں کا پتہ لگانے کی، اگر ان کا پتہ لگ جائے تب تو انہیں کو حق پہنچائے، اگر معلوم ہوا کہ وہ مر گئے ہیں تو مالی حقوق ان کے ورثاء کو پہنچائے، اگر ورثاء کا بھی پتہ نہ لگے تو جتنی رقم تم نے ظلم اور رشوت سے لی ہے، اتنی رقم خیرات کرو دو اور نیت کر لو کہ یہ ہم ان کی طرف سے دے رہے ہیں۔ (خیر الارشاد ص: ۳۰۸)

توبہ کے بعد حرام مال کا حکم

سوال:- رنڈی، جواری، چور، ڈاکو یعنی حرام کمائی والے توبہ کر کے اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کریں تو اس کی کیا صورت ہے؟ اگر خدا کی راہ میں خرچ کرنا جائز نہ ہو تو کیا کرے جلا ڈالے؟ یا اور کوئی شرعی حیلہ حلال کرنے کا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اپنا حلال روپیہ اس حرام روپے میں ملا کر زمین خرید لیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب:- وہ مال حرام رہتا ہے، اگر وہ شخص جس سے وہ مال ان لوگوں کو حاصل ہوا ہے وہ متعین طور پر معلوم ہو تو اس کو واپس کر دینا چاہئے، (اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو) جو لوگ فقر و فاقہ سے بہت پریشان ہوں ایسوں کو وہ مال ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے واسطے دے دینا چاہئے، اور وہ اپنی طرف سے دینے کی نیت نہ کرے بلکہ اہل حقوق کی طرف سے کرے، اور ثواب حاصل ہونے کی نیت سے (یعنی صدقہ کی نیت سے) نہ کرے۔

اور حرام کو حلال کرنے کے لئے کوئی حیلہ مفید نہیں، اور اگر دوسرے روپے میں

ملایا تو اس میں بھی حرمت و خباثت پیدا ہو جائے گی، اور اسی طرح جو چیز اس سے
 خریدی اس میں بھی۔ (امداد الفتاویٰ ج: ۳ ص: ۱۴۴)



باب دوم

رشوت کا بیان

رشوت کی مذمت اور اس کا گناہ

۱:- حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی۔ (ابوداؤد شریف)

۲:- اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: رشوت لینے اور دینے والا دونوں دوزخ میں جائیں گے۔ (طبرانی)

۳:- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے اور رشوت کی دلائی کرنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (احمد و طبرانی)

آخر کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشوت کا دلال بھی دینے اور لینے والے کے برابر گنہگار ہوتا ہے۔ (کشف الغشوة ص: ۲۳)

رشوت سے متعلق چند ضروری مسائل

۱:- رشوت مال کے لینے کے ساتھ حاصل نہیں، بلکہ دہاؤ سے قرض لینا، کوئی اور چیز عاریت (یعنی مانگ کر) لینا یا کوئی چیز زیادہ سستی خریدنا سب رشوت میں داخل ہے۔

۲:- اگر رشوت دینے والے معلوم و متعین ہوں تو وہ رشوت کا مال ان کو واپس کر دے، رشوت لینے والا اس کا مالک نہیں ہوتا۔

۳:- اور اگر رشوت دینے والا معلوم نہ ہو تو اس کو مسکینوں، محتاجوں کو دے دیا جائے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی غرض سے (ایک عامل جس نے غلط فہمی سے رشوت لی تھی وہ رقم بیت المال میں داخل کر دی تھی۔

۴:- بعض اخبار والے جو بعض مالداروں سے اس لئے کچھ لیتے ہیں کہ ہم تمہاری مذمت (برائی) نہ لکھیں گے، یہ بھی رشوت اور حرام ہے۔

۵:- اسی طرح بعض قوموں میں جو بیٹی پر کچھ لیتے ہیں (یعنی لڑکے والے یا لڑکی والے رقم کا مطالبہ کرتے ہیں) یہ بھی حرام ہے۔ (کشف الغشوة عن منہار الرشوة)

مجبوری میں رشوت کا جواز

اگر رشوت دینے والا حق پر ہو، اور جانتا ہو کہ میرا حق رشوت دینے بغیر نہ ملے گا (یا رشوت کے بغیر کام ہی نہ کرے گا) تو رشوت دینے سے یہ گنہگار نہ ہوگا، اگرچہ لینے والا گنہگار ہوگا۔ (کشف الغشوة عن ۲۳)

رشوت کی عقلی خرابیاں

رشوت عقل و انسانیت کے بھی خلاف ہے

اس میں ایک اور خرابی ہے، وہ یہ ہے کہ دنیا میں بڑی چیز جاہ (عزت) ہے، حتیٰ کہ مال بھی اتنا عزیز نہیں ہے، دیکھئے! مال کو جاہ (عزت) کے واسطے خرچ کر دیتے ہیں، اور جتنی فضول خرچیاں کرتے ہیں اکثر اسی کے واسطے کرتے ہیں، سب خرچوں کی تو کوئی حد بھی ہے مگر جاہ (عزت) کے لئے خرچ کرنے کی کوئی حد ہی نہیں۔ غرض مال کا زیادہ حصہ تفاخر اور ناموسی میں خرچ ہوتا ہے، تو جاہ (عزت) اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کے مقابلے میں مال کی بھی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی اور وہ اس رشوت میں بری طرح برباد ہو جاتی ہے، سو عقلی اعتبار سے رشوت میں اتنی بڑی نحوست ہے، چنانچہ بخدا وہ آدمی رشوت لینے سے رشوت دینے والے کی نظر سے بالکل ہی گر جاتا ہے، وہ اس کو ایسا سمجھنے لگتا ہے جیسے پلہ دار کہ اب ہمارا سارا بوجھ یہ اٹھائے گا، پھر اس شخص ٹی کیا وقعت ہوئی، بعض لوگ آٹھ آند تک بھی نہیں چھوڑتے ایسے بدنیت اور لالچی ہوتے ہیں۔ الغرض رشوت ایسی ذلیل چیز ہے کہ اس سے آدمی نظروں سے گر جاتا ہے، یہ تو عقلی نحوست ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ رشوت قومی ہمدردی کے بھی خلاف ہے۔

اگر شریعت کے حکم کو نہ دیکھا جائے تو خود عقل بھی اس کو ناجائز بتلاتی ہے، اور یہ بالکل غلط بات ہے کہ لوگ خوشی سے دیتے ہیں، جو لوگ رشوت دیتے ہیں تو نقصان پہنچنے کے خیال سے دیتے ہیں، خوشی سے کوئی چیز نہیں دیتا، جو دیتا ہے مجبور ہو کر دیتا ہے، اس لئے یہ ہمدردی کے بھی خلاف ہے۔ (التلخیص ج: ۱۵ ص: ۴۹، ۵۵، احکام المال)

رشوت کے جواز کا بہانہ

بعض لوگ تاویل کرتے ہیں کہ لوگ خوشی سے دے جاتے ہیں، رشوت کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے تو خوشی سے دیا ہے، بالکل غلط ہے، کوئی اپنا مال خوشی سے نہیں دیتا۔ اپنے اوپر قیاس کیجئے، آپ نے بھی کبھی خوشی سے رشوت دی ہے؟ اگر آپ کو کبھی ایسا اتفاق پڑے تو کیا آپ خوشی سے دیں گے؟ ہرگز نہیں! بلکہ اگر معلوم ہو جائے کہ ویسے ہی کام ہو جائے گا تو کبھی نہ دیں گے۔

اور اگر فرض کر لیا جائے کہ خوشی ہی سے دیتے ہیں تو آخر ہمدردی بھی کوئی چیز ہے، اس ہمدردی کی وجہ سے ایسی رشوت سے انکار کر دیا ہوتا، دیکھئے ارباعیت وہ چیز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چندہ آتا تھا، آپ بعض مواقع میں واپس کر دیتے تھے، ہر ایک کا چندہ آپ نہ لیتے تھے۔ (احکام المال، التبلیغ ص: ۹۶، ۹۷)

رشوت لینے میں ضرورت، مجبوری اور تنگی کا بہانہ

آج کل شرعی احکام کے بجالانے میں دشواری بھی جاتی ہے، مثلاً یہ کہ بہانہ کیا جاتا ہے کہ تنخواہ کم ہے، بھلا اگر رشوت نہ لیں تو کام کیسے چلے؟ اگر اپنے اخراجات اندازہ سے رکھے جائیں تو تنخواہ کیوں نہ کافی ہوگی؟ بعض لوگ عذر کرتے ہیں ہم ناجائز معاملات رشوت وغیرہ ضرورت کی وجہ سے لیتے اور کرتے ہیں، مگر حقیقت میں وہ لوگ جس کو ضرورت کہتے ہیں وہ ضرورت ہی نہیں بلکہ محض حلوٰۃ نفسانیہ ہیں (نفسانی خواہش اور لذت ہے) جن کا نام ”ضرورت“ رکھ دیا ہے، مثلاً کسی کی نوکری کی تنخواہ میں اتنی گنجائش ہے کہ معمولی درمیانی قیمت کے کپڑے پہن سکتا ہے، مگر کافی قیمت کے ذرق

برق پڑے پینے کی گنجائش نہیں، اس صورت میں غلغلہ آدمی کبھی ایسے گراں قدر کپڑوں کی ضرورت تسلیم نہیں کر سکتا کہ جس ضرورت کے واسطے رشوت وغیرہ لینا پڑے۔

اور اگر اس پر بھی کچھ تنگی ہو تو آخر صبر کی تعلیم اسی حالت کے لئے ہے، اور مرتبہ صبر سے گزر جائے تو ایسے لوگوں کی امداد کے واسطے شریعت نے خاص قواعد مقرر کئے ہیں ان سے نفع اٹھانا چاہئے۔ (سیرت الصوفی، ملحقہ حقیقت تصوف ص: ۶۰۵)

رشوت اور سودی مال کا انجام

باطل طریقوں میں سے ایک طریقہ رشوت بھی ہے، لوگ رشوت لے کر مال جمع کرتے ہیں، پھر دیکھئے اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟

ہم نے دیکھا ہے کہ رشوت والے ہزاروں لاکھوں روپے جمع کرتے ہیں مگر ایک دو پشت کے بعد کبھی نہیں رہتا، بالکل محتاج ہو جاتے ہیں، آج ایک شخص نوکر تو ۲۵ روپے کا ہے مگر حرام کا مال خوب سمیٹتا ہے، اور اس کے یہاں اولاد بھی ہے، مہمان بھی ہیں، دوست احباب بھی ہیں، تندرستی بھی ہے، مکان کی تعمیر بھی ہو رہی ہے، یہ اپنی حالت پر نہایت خوش ہیں، پھر تھوڑے دنوں میں کچھ نہیں رہتا، یہ کیا بات ہے؟ اصل بات یہی ہے کہ ایسے مالوں میں برکت نہیں ہوتی۔

میرے ایک عزیز (رشتہ دار) پولیس میں ملازم تھے، انہوں نے خوب رشوتیں لے لے کر روپیہ جمع کیا تھا، اتفاق سے سرکاری طرف سے کسی معاملہ میں مقدمہ قائم ہو گیا، جتنا کمایا تھا سب اس میں لگ گیا، حتیٰ کہ گھر کا زیور بھی نہ رہا، بالکل خالی رہ گئے، خدا خدا کر کے جب اس مقدمہ سے جان بچی اس کے بعد پھر اسی طرح روپیہ جمع کیا اور ایک پرانے تکیہ میں سی دیئے اس خیال سے کہ اسے چور کیا لیں گے، ایک روز

اتفاق سے وہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے، ان کے مکان میں آگ لگ گئی، گھر والوں نے قیمتی سامان اٹھا اٹھا کر گھر سے باہر پھینکا، اور اس تکیہ کا کسی نے خیال بھی نہ کیا، وہ جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ گھر میں آگ لگ گئی تھی، پوچھا کہ: میرا تکیہ کہاں ہے؟ گھر والوں نے کہا کہ: جو قیمتی چیزیں تھیں وہ مشکل سے بچائی ہیں! وہ پرانا تکیہ کوئی حفاظت کے قابل تھا؟ کہنے لگے کہ: میرے تو اس میں نوٹ تھے اور نوٹوں کے نمبر محفوظ نہیں، اس لئے سب کمائی جاتی رہی۔

اور اس پیسہ سے کچھ جائیداد بھی خرید لی تھی، اس کی کسر اس طرح نکلی کہ کسی کاشکار پر نالش کر رکھی تھی، اس مقدمہ میں اس کاشکار نے حضرت کو قتل کر دیا۔ یہ انجام ہوتا ہے ایسے مال والوں کا!

رات دن ایسے لوگ فکروں میں مبتلا رہتے ہیں۔

اور ایک شخص ہے جس کی یہ حالت ہے کہ آمدنی بھی کم ہے، بس معمولی سا کھا پین لیتا ہے اور مزے سے پاؤں پھیلا کر رات کو سوتا ہے، وہ اچھا ہے یا ایسے لوگ اچھے ہیں؟ یہ رشوت (اور مال حرام) کے انجام ہیں۔ (احکام المال، تبلیغ ص ۳۷)

باب سوم

قمار اور جوا

۱:- يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْفَعَةٌ لِلنَّاسِ وَالْمُهْمَمَاتُ أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا.

ترجمہ:- لوگ آپ سے شراب اور قمار (جئے، لاشری) کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں چیزوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں پیدا ہوجاتی ہیں اور لوگوں کو بعضے فائدے بھی ہوتے ہیں، اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں۔ (بیان القرآن ج: ۱ ص: ۱۷۳ سورہ بقرہ)

۲:- يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ.

ترجمہ و تشریح:- اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قمریہ کے تیر یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو، تاکہ تم کو فلاح (کامیابی) ہو۔ شیطان تو یہ

چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں عداوت اور دلوں میں بغض (نفرت) واقع کر دے، چنانچہ ظاہر ہے کہ شراب میں تو عقل نہیں رہتی، گالی گلوچ، دنگا فساد ہو جاتا ہے، اور جوئے میں جو شخص مغلوب ہوتا ہے (یعنی ہار جاتا ہے) اس کو غالب (یعنی جیتنے والے) پر غیظ (غصہ) ہوتا ہے اور جب اس کو رنج ہوگا دوسرے پر بھی اس کا اثر پہنچے گا، اور شیطان یوں چاہتا ہے کہ اسی شراب اور جوئے کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے (یعنی روک دے) سو بلاؤ اب بھی باز آؤ گے؟

حدیث میں ہے کہ اس آیت کو سن کر صحابہؓ نے کہا: انتہینا یعنی ہم باز آئے۔ (ترمذی) اور یہ بھی آیا ہے کہ جو شرابیں اس وقت موجود تھیں سب پھینک دیں۔ (بخاری) فائدہ:- انصاف (یعنی بتوں) کا جو ساتھ میں ذکر کیا ہے اس سے مقصود شراب اور جوئے کی مذمت (برائی) کی تاکید ہے کہ یہ اس قابل ہیں کہ بت پرستی کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے۔

حاصل یہ کہ شراب اور جوہا بت پرستی کفر کے قریب ہیں، اس لئے کہ نماز سے جو کہ علامات ایمان سے ہے (اس سے) مانع ہیں، جب اس طور پر ایمان سے دوری ہوئی تو کفر سے قرب ہوا۔ (بیان القرآن ج ۳ ص ۵۸۰ سورہ مائدہ)

جوئے باز پنپ نہیں سکتا

اسی طرح قمار (جوا) ہے، نامعلوم اس میں جیتنے والے سب کہاں چلے جاتے ہیں؟ جس کو سنو گے یہی سنو گے کہ ہار گئے! یہ کسی کو نہ سنو گے کہ جیت گئے، اس کے

متعلق کھلے ہوئے سینکڑوں واقعات ہیں کہ جوئے کی بدولت گھر تباہ ہو گئے، ایسے مالوں میں بالکل برکت نہیں ہوتی۔
(احکام المال ص: ۳۷)

سود خور اور رشوت خور کا حال

دیکھئے! ہر شخص کے لئے چھٹی کا زمانہ بڑی راحت کا زمانہ ہے، مگر ان کے لئے مصیبت ہے، کیونکہ اس روز لوٹ کھسوٹ کرنے کی گنجائش نہیں ملتی۔
ایک رشوت خور نے اپنی تصویر کھنچوائی تھی جس کی شکل یہ تھی کہ وہ اپنی جیبوں میں ہاتھ دیئے کھڑا تھا، لوگوں نے جو اس تصویر کو دیکھا تو بہت تعریف کی بالکل اصل کے مطابق ہے۔

ایک گنوار نے وہ تصویر دیکھی تو کہا یہ تصویر تو بالکل غلط ہے، لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ فرماتے ہیں کہ: تصویر میں ہاتھ اپنی جیب میں دکھائے گئے ہیں، حالانکہ ان کے ہاتھ تو دوسروں کی جیب میں رہتے ہیں!

سو چھٹی کے زمانہ میں، پرانی یعنی دوسروں کی جیب ملتی نہیں، اس لئے وہ ان کے لئے ماتم (اور غم) کا دن ہوتا ہے، انہیں انتظار رہتا ہے کہ اب چھٹی کا زمانہ ختم ہو، یہ کتنی بڑی نحوست ہے رشوت کی!
(التبلیغ ج: ۱۵ ص: ۳۹)

حرام مال کی نحوست و بے برکتی!

ایسے مال اکثر اپنے تن پر خرچ نہیں ہوتے، کہیں عطاروں کے یہاں جاتے ہیں، کہیں ڈاکٹروں کی فیس میں خرچ ہوتے ہیں، کہیں یار دوست کھا جاتے ہیں، اپنے تن کو کچھ بھی نہیں لگتا۔

ایک شخص اسی قسم کے تھے، ان کی بیوی ہمیشہ بیمار رہتی تھی، ان کے

صاحبزادے پلنگ پر سوار تھے، سیکڑوں روپے دواؤں اور ڈاکٹروں اور حکیموں پر خرچ ہوتے تھے، اور پھر نوکر خوب کھاتے اڑاتے تھے، چاروں طرف لوٹ ہو رہی تھی، یہ حالت ہو رہی تھی کہ پانچ سو روپے آئیں تو تھوڑے ہیں، ایک ہزار آئیں وہ تھوڑے، یہ اس قسم کا مال اتنی بڑی محنت کی چیز ہے۔ (التبلیغ ج: ۱۵ ص: ۳۸)

سود اور رشوت کا پیسہ قرض میں دینا بھی جائز نہیں

رشوت اور سود کا مال قرض میں دینا بھی جائز نہیں، حدیث میں ہے: "لَعَنَ اللَّهُ اَكْبَلَ الرِّبَا وَمُؤْكَلَّهُ" خدا لعنت کرے سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر۔ اس سے مراد دوسروں کو دینا ہے، چونکہ لینا دینا سب ہو جاتا ہے کھانے پینے کا اس لئے اس کو کھانے اور کھلانے والا فرمایا، مقصود یہ ہے کہ سود لینے والے اور سود دینے والے دونوں پر لعنت ہے۔ اس میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ سود لے کر کسی دوسرے شخص کو وہ روپیہ اپنے قرض میں دیا جائے، اس صورت میں اس نے اس کو سود کا روپیہ دیا، ایک گناہ تو یہ ہوا، اس سے بڑھ کر ایک اور گناہ کا مرتکب ہوا، وہ یہ کہ اکثر لوگ حرام کا روپیہ قرض میں دے کر اپنے آپ کو بری سمجھتے ہیں، ان کو یہ خیال ہی نہیں آتا کہ ہم نے کوئی گناہ بھی کیا ہے تاکہ اس سے توبہ کریں، اور اگر اس شخص کو خبر نہیں کہ یہ روپیہ سود اور رشوت کا ہے تو دھوکا دینے کا تیسرا گناہ ہوا۔ (الح البرور، سنن ابی ہریرہ ص: ۳۶۱)

باب چہارم

قرض کا بیان

قرض سے متعلق چند احادیث نبویہ

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین (قرض) کے بارے میں فرمایا: قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضہ میں ہے! اگر کوئی شخص جہاد میں شہید ہو جائے، پھر زندہ ہو کر دوبارہ شہید ہو جائے، پھر زندہ ہو کر دوبارہ (تیسری بار) شہید ہو جائے، اور اس کے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو تو وہ جنت میں نہ جائے گا جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے گا۔
(نسائی، حاکم) (حیۃ المسلمین ص ۱۸۶)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاتا (یعنی شہید ہوتا) سب چیزوں کا کفارہ ہو جاتا ہے سوائے قرض کے۔ (مسلم)

صاحبوا شہادت سے بڑھ کر کیا چیز ہے؟ جب قرض اس سے نہ معاف ہوا تو اور کس عمل سے معاف ہوگا؟ اس سے (واقعی) قرض کی بڑی سختی معلوم ہوتی ہے (اس لئے شدید مجبوری کے بغیر ہر قرض نہ لینا چاہئے)۔ (فروع الایمان ص: ۷۱)

قرض سے متعلق چند مزید احادیث نبویہ

۱۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْكُفْرِ وَاللَّذْنِیْنِ! (میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور قرض سے) ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ قرض کو کفر کے برابر کرتے اور اس کے ساتھ ذکر کرتے ہیں؟ فرمایا کہ: ہاں! (رواہ النسائی)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قرض خدا کا جھنڈا ہے زمین میں، وہ جب کسی بندہ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اس کی گردن پر قرض کا بوجھ رکھ دیتا ہے۔ (رواہ الحاکم)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ایک شخص کو اس طرح وصیت فرما رہے تھے کہ: گناہ کم کیا کرو، تم پر موت آسان ہو جائے گی! اور قرض کم لیا کرو تو آزاد ہو کر جیو گے! (بخاری)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت

سے لے، حق تعالیٰ اس کا قرض ادا کر دیتے ہیں، اور جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے کی نیت سے لے خدا تعالیٰ اس کو تباہ کر دیتے ہیں۔
(بخاری، ابن ماجہ)

۵:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میری امت میں سے جو شخص قرض کے بارے میں لد جائے پھر اس کے ادا کرنے کی پوری کوشش کرے، پھر ادا کرنے سے پہلے مرجائے تو میں اس کا مددگار ہوں گا۔

(رواہ احمد والطبرانی)

۶:- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حق تعالیٰ تین شخصوں سے بہت نفرت کرتے ہیں: ایک بوڑھا زنا کار۔ دوسرے مفلس (محتاج) تکبر کرنے والا۔ تیسرے مالدار ظالم (جو قرض خواہوں پر مال منول کر کے ظلم کرتا ہے)۔
(ابن خزیمہ، ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

۷:- عمرو بن شریک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مالدار کا (قرض کو) ٹالنا اس کی آبرو اور مالی کو حلال کر دیتا ہے۔
(ابن حبان والحاکم)

فائدہ:- یعنی جو شخص قرض ادا کرنے پر قادر ہو اور پھر بھی ادا نہ کرے تو قرض خواہ اس کی آبروریزی کر سکتا ہے اور بُرا بھلا کہہ سکتا ہے، اور لوگوں میں اس کو مشہور کر سکتا ہے، اور جس طریقے سے ممکن ہو ظاہر آیا چھپ کر اپنا حق اس سے وصول کر سکتا ہے۔
(ضمیمہ ہجرتی زیور ص ۵۳)

قرض دینے کی فضیلت

ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے، اور کسی کو قرض دینے سے اٹھارہ گنا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

وجہ اس کی یہ ہے کہ صدقہ تو بغیر ضرورت کے بھی مانگ لیا جاتا ہے، اور قرض حاجت مند ہی مانگتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ صدقہ دے کر بے فکری ہو جاتی ہے، اور قرض دے کر اس کی طرف توجہ رہتی ہے اور تعلق (اور دھیان) لگا رہتا ہے، اور دیر میں وصول ہونے سے خصوصاً جب اپنی ضرورت کے وقت وصول نہ ہو سخت تکلیف ہوتی ہے اس وجہ سے اس کا ثواب زیادہ ہے۔ (فروع الایمان ص: ۸۰)

قرض

فرمایا: قرض بڑی تکلیف کی چیز ہے، مقروض آدمی اگر مر جائے تو روح جنت میں جانے سے معلق رہتی ہے، جس کو قرض سے نفرت نہ ہو بڑا بے حیثیت (بے غیرت) ہے۔ (ملفوظات و محاضرات عبدیت ج: ۱۹ ص: ۱۳۳)

قرض دینے کی اہمیت

اور قرض نہ دینے والوں کی کوتاہی کا علاج

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ باوجود اس کے کہ ان کے پاس ضرورت سے زائد رقم رکھی ہے یا آسانی سے انتظام کر سکتے ہیں، اور مانگنے والا سخت حاجت مند ہے اور قابل اعتبار بھی ہے، مگر پھر بھی انتہائی بے رحمی سے قرض دینے سے انکار کر دیتے ہیں، بعض اوقات جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے پاس نہیں ہے، اس کی وجہ یا تو بخل

ہے یا بے رحمی ہے یا جہالت ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ قرض دینے سے کیا فائدہ ہوگا؟ اس لئے نہ دینا تجویز کرتا ہے، اگر اس کا سبب بخل یا بے رحمی ہے تو اس کی برائی ظاہر اور مسلم ہے، اور اگر اس کا سبب جہالت ہے تو اس کا فائدہ سمجھنا ضروری ہے تاکہ جہالت ختم ہو۔

اُؤل تو جس کے دل میں رحم کا غلبہ و جوش ہوتا ہے وہ اس وقت فائدے کو بھی نہیں سوچتا خود رحم ہی سے مدد کرنے کی توفیق ہوتی ہے، کیا جو شخص اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے گو اس میں دنیا و آخرت کا فائدہ بھی ہے، مگر کیا پرورش کے وقت اس کے فائدہ کو سوچتا ہے؟ اور کیا فائدہ نہ سوچے تو پرورش نہ کرے گا؟ پس مسلمانوں میں آپس میں اسی طرح ہمدردی اور رحم کا مادہ ہونا چاہئے جیسے رشتہ داروں میں ہوتا ہے۔ اور اگر فائدہ سمجھے بغیر قرض دینے کی ہمت نہ ہو تو فائدہ بھی سمجھ لینا چاہئے، اور وہ فائدہ یہ ہے کہ مثلاً: قرض دینے والے کی محبت پیدا ہوتا، آپس کی اُلفت اور ہمدردی بڑھتا، لیکن مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے دنیوی فائدہ کو مقصود نہ بنانا چاہئے، اس لئے اس سے قطع نظر کر کے آخرت کے فائدے کو سمجھنا چاہئے اور وہ ثواب ہے جو کہ حدیث میں آیا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ دینے سے دس گنا ثواب ملتا ہے اور قرض دینے سے اٹھارہ گنا ثواب ملتا ہے۔ اور حدیث میں اس کی وجہ بھی آئی ہے کہ صدقہ وہ شخص بھی مانگ لیتا ہے جس کو حاجت نہ ہو، مگر قرض بغیر حاجت کے کوئی نہیں مانگتا، یعنی اکثر عادت یہی ہے، اور حاجت کو پورا کرنا کس قدر عظیم راحت پہنچاتا ہے، اس لئے اس کا ثواب بھی زیادہ ہوا۔

اور جب قرض کا ثواب صدقہ سے بڑھا ہوا ہونا معلوم ہو گیا تو اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ نصوص سے ثابت ہے کہ دس حصہ تک ثواب کا بڑھنا یہ ادنیٰ درجہ ہے، ورنہ خلوص کی زیادتی کی وجہ سے سینکڑوں ہزاروں تک پہنچتا ہے، پس صدقہ کا ثواب دس سے زائد بھی ہوتا ہے اور قرض کا ثواب اس سے بھی آگے، حتیٰ کہ اگر صدقہ کا ثواب سات سو تک ہو تو قرض کا ثواب چودہ سو تک ہوگا، جو اخیر میں بارہ سو ساٹھ روہ جائیں گے، تو کیا یہ فائدہ نہیں ہے کہ ایک روپیہ قرض دیا اور آخرت میں مثلاً بارہ سو ساٹھ روپیہ کا ثواب ملا۔

ضروری تنبیہ:- لیکن یہ سمجھ کر کہ قرض میں ثواب صدقہ سے زیادہ ہوتا ہے یہ نہ کرے کہ صدقہ کی جگہ قرض ہی دینے لگے یا صدقہ سے بے رغبت ہو جائے اور اس میں نقصان سمجھے، اصل بات یہ ہے کہ مختلف احکام مختلف حیثیتوں کے ہوتے ہیں، سو ایک حیثیت سے جس کا ذکر ہوا قرض کا ثواب زیادہ ہے، مگر دوسری حیثیت سے صدقہ کا ثواب قرض سے بھی زیادہ ہوتا ہے، مثلاً قرض میں واپسی ہوتی ہے اور صدقہ میں واپسی نہیں ہوتی اور اس وجہ سے صدقہ لینے والے کے دل پر بار نہیں ہوتا اور قرض لینے والے کے دل پر بار رہتا ہے۔

(اصلاح انقلاب ص: ۲۱۸، ۲۱۹)

قرض داروں کی کوتاہی کی وجہ سے

مالداروں کو قرض دینا بند نہیں کرنا چاہئے

قرض داروں کی بُری عادتوں اور معمولی تکلیف سے تنگ دل ہو کر قرض دینے کا سلسلہ بند نہ کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بھی اجر سے خالی نہیں، اور احادیث میں اس سے کم تنگ دلی پر ثواب کا وعدہ آیا ہے کہ اگر کوئی چیز کہیں رکھ کر بھول جائے اور اس کی تلاش

میں قدرے پریشان ہو، پھر وہ مل جائے تو اس میں بھی ثواب ہے، تو قرض وصول نہ ہونے پر یا وقت پر وصول نہ ہونے پر تو اس سے بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے تو اس میں اس سے زیادہ اجر کیوں نہ ملے گا؟ اس لئے بقدر تحمل پیسہ نہ ملنے کو بھی برداشت کر لینا چاہئے۔ (اصلاح انقلاب ص: ۲۲۰)

قرض سے متعلق چند احکام

خدا تعالیٰ نے عقد قرض پر جو احکام مرتب کئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱:- بلا ضرورت قرض نہ لیا جائے (یعنی) حتی الامکان کسی کے مقروض نہ بنو اور اگر ضرورت کی بناء پر کسی کا مقروض ہونا پڑے تو اس کے ادا کی فکر رکھو بے پروا مت بن جاؤ، اور اگر وہ تم کو کچھ کہے سنے تو صبر کرو، اس کا حق ہے۔
۲:- جب ایک مدت کے لئے ادھار قرض کا معاملہ کیا کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور خود لکھنا نہ جانتے ہو تو کسی سے لکھو لیا کرو، اور کاتب کے لئے حکم ہے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے بلکہ لکھ دیا کرے۔

۳:- اگر لکھنے والا کوئی نہ ہو تو حکم ہے کہ دو آدمیوں کو گواہ بنادو، اور گواہوں کو ضرورت کے وقت گواہی دینا لازم ہے، ورنہ گناہ ہوگا۔

۴:- یہ حکم تو لینے کے وقت کا ہے اور دینے کے وقت کا حکم یہ ہے کہ: "وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنُظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ" یعنی اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو مہلت دینی چاہئے جب تک کہ وہ دے سکے۔

یعنی اگر تمہارا مقروض غریب ہو اس کو پریشان مت کرو، بلکہ مہلت دو یا کچھ حصہ یا سب حصہ معاف کر دو، اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کی نجات دیں گے۔

۵:- اور ایک حکم یہ ہے کہ مقروض جس وقت ادا کرنا چاہے اس وقت ادا ہو سکتا ہے، اگر کوئی مدت کا وعدہ بھی کر کے قرض لے اور اس مدت سے پہلے ادا کرے تو قرض خواہ کو نہ لینے کا اختیار نہیں، اسی وقت لینا پڑے گا۔

۶:- اگر تمہارا مقروض تم کو دوسرے سے قرض ادا کرائے (یعنی دوسرے کے حوالے کر دے) اور اس سے تم کو وصول کرنے کی بھی امید ہو تو خواہ مخواہ ضد میں آکر اسی کو پریشان مت کئے جاؤ بلکہ اس کے حوالہ کو منظور کر لو۔

۷:- اگر کوئی شخص تمہارا مقروض ہو اور اسی حالت میں وہ تم کو ہدیہ یا دعوت کرے تو اگر پہلے سے راہ و رسم (یعنی عادت) جاری نہ ہو تو ہرگز قبول مت کرو، اسی سے رہن (گروی) کی آمدنی کا حال معلوم ہو گیا، کیونکہ راہن (یعنی گروی رکھنے والا) تمہارا قرضدار ہے اور قرض کے دباؤ میں تم کو نفع اٹھانے کی اجازت دیتا ہے، تو وہ کس طرح حلال ہوگا؟

۸:- جب کسی کا قرض ادا کیا کرو تو ادا کرنے کے ساتھ دعا بھی دیا کرو اور اس کا شکریہ ادا کیا کرو۔

۹:- اگر تم کو وسعت ہو تو کسی مقروض کی طرف سے اس کا قرض ادا کر دیا کرو۔

۱۰:- اگر تم مقروض ہو اور تمہارے پاس دینے کے واسطے ہے بھی، اس وقت ملنا بڑا عظیم ہے۔

۱۱:- اور جب تم کسی کے مقروض ہو تو خراب چیز سے اس کا حق مت ادا کرو، بلکہ اس کی ہمت رکھو کہ اس کے حق سے بہتر اس کو ادا کرو، مگر معاملہ کے وقت یہ معاہدہ (کہ ہم اس سے اچھا لیں گے) جائز نہیں۔

نادار اور مجبور قرضدار کو مہلت دینا واجب ہے

ایک کوتاہی بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ قرض تو دیتے ہیں لیکن تقاضا بے ڈھب (نامناسب طریقے سے) کرتے ہیں، وقت آنے پر (بختی کرتے ہیں) مہلت دینا جانتے ہی نہیں، حالانکہ قرآن کی تصریح سے تنگ دست نادار کو مہلت دینا واجب ہے، اور احادیث میں بھی اس کی فضیلت آئی ہے۔

حق تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنُظِرْهُ إِلَىٰ مُهْرَةٍ“ (اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو اس کو کشادہ حالی تک مہلت دینا چاہئے)۔

(اصلاح انقلاب ص: ۲۲۱)

مقروض کو مہلت دینے اور معاف کرنے کی وجہ سے بخشش

ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ زیادہ اعمال کی پابندی نہ کرتا تھا، مگر ایک کام یہ کرتا تھا کہ جب لوگوں کو قرض دیتا تو مہلت بھی دے دیتا اور اگر مقروض کے پاس ادا کرنے کو نہ ہوا تو معاف کر دیتا، جب اس کا انتقال ہوا تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ اس کے اعمال زیادہ نہیں، مگر جب یہ ضرورت و عجز کے باوجود ہمارے بندوں کے ساتھ سہولت کرتا تھا تو ہم تو قادر ہیں، ہم بھی اس کے ساتھ سہولت ہی کریں گے، اس لئے ہم نے اپنا سب حق معاف کیا۔ (الہوی والہدی، آداب انسانیت ص: ۱۷۱)

”ہم نہ دنیا میں لیں گے نہ آخرت میں“

اس طرح کہنے سے قرض معاف نہ ہوگا

فرمایا کہ اگر قرض دینے والا یہ کہہ دے کہ قرض ہم نہ دنیا میں لیں گے نہ آخرت

میں، اس طرح کہنا شرعاً لغو ہے (جب تک یہ نہ کہہ دے کہ ہم نے معاف کیا)۔
 دنیا میں بھی اس کو مطالبہ کا حق ہے اور اگر مطالبہ نہ بھی کیا اور مر گیا تو اخطراراً
 وہ قرض ان کے وارثوں کی ملک ہو جائے گا اور ان کو مطالبہ کرنے کا حق ہوگا، مورث کا
 یہ کہنا کہ ہم نہ لیں گے ورنہ پر جھٹ نہ ہوگا۔ اسی طرح اس وعدہ کا اثر آخرت میں کچھ
 نہیں ہو سکتا، وہاں کیا حال اور کیا خیال ہو، کچھ پتہ نہیں، ممکن ہے کہ جب مقروض کی
 نیکیاں ملتی ہوئی یا اپنے گناہ مقروض پر پڑتے ہوئے دیکھیں تو معاف نہ کریں۔
 (ملفوظات اشرافیہ ص: ۵۰)

غریب آدمی کے لئے ضروری ہدایت

غریب کو چاہئے کہ کسی کی امانت نہ رکھے، اور سخت مجبوری کے بغیر قرض نہ
 لے۔ فرمایا: جو لوگ محتاج ہیں ان کو چاہئے کہ اپنے پاس کسی کی امانت نہ رکھیں، کیونکہ
 اس میں اندیشہ ہے کہ کسی ضرورت میں نفس خرچ کرنے کے لئے رائے دے اور
 اگرچہ خرچ کرتے وقت ادا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے لیکن بروقت میسر ہونا آسان نہیں۔
 اسی طرح قرضہ بھی حتی الامکان نہ لینا چاہئے اور اگر لیا جائے تو اس کو بہت
 جلدی ادا کرنا چاہئے، کیونکہ جب ہزاروں کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور قرض خواہ بہت
 ہو جاتے ہیں تو اس وقت قرض دار کی نیت ٹھیک نہیں رہتی، سمجھتا ہے کہ سب سے تو
 سبکدوش ہو نہیں سکتا، رسوائی تو ضرور ہوگی اور ایک کی رسوائی اور دس کی برابر ہے، تو
 کسی کو بھی ادا نہ کرو۔ (دعواتِ عبدیت ج ۱۳ ص: ۲۲)

قرض لینے کے سلسلہ میں عام کوتاہی

قرض کے سلسلہ میں کئی قسم کی بد پرہیزیاں (یعنی کوتاہیاں) ہوتی ہیں۔

پہلا:۔ بلا ضرورت کسی کا مقروض ہو جانا، عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ فضول کاموں کے لئے (مثلاً میاہ شادی کی رسموں کے لئے) قرض لیا جاتا ہے، بہت کم ایسا اتفاق ہوتا ہے جو مصیبت کی وجہ سے قرض لینے ہوں، اور مصیبت زدوں کو ملتا کب ہے؟ اکثر مالداروں اور جائیداد والوں کو ملتا ہے، تو بتائیے اس پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے کہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھلائے قرضدار ہو گئے، اور قرضدار بھی یا تو کسی شادی میں (پیسہ) برباد کرنے کو یا کوئی عالیشان محل تیار کرنے کو یا غمی کی رسموں میں اُڑانے کو جو اکثر خلافِ عقل اور خلافِ شرع ہیں۔

غرض ناموری (شہرت) کے کاموں میں صرف کرنے کے لئے قرض ہوتا ہے، پھر خدا کے فضل سے نام بھی نصیب نہیں ہوتا، اور اگر نام بھی ہوا تو اس کی کیا قیمت ہے؟ کل کو اس سے بڑھ کر بدنامی ہوگی، اس کی کچھ پروا نہیں۔ دوسری خرابی یہ کہ اپنے زیور یا جائیداد کو محفوظ رکھنا اور دوسروں سے قرض لینا (کیونکہ عام طور پر) اکثر سودی قرض ملتا ہے اور چند روز میں دو گئے چو گئے ہو کر وہ تمام زیور اور جائیداد برباد ہو جاتی ہے، اور نقصان اور گناہ الگ رہا، اگر قرض کی واقعی ضرورت ہے تو جو چیز اپنے پاس موجود ہے ہرگز اس کی ایسی محبت نہ کرے (ضرورت کے وقت بیچ ڈالے) خدا تعالیٰ پھر عطا فرمائیں گے، اپنی راحت و عافیت کے مقابلہ میں زیور و جائیداد کیا چیز ہے۔ (فروع الایمان ص ۷۳)

قرض لینے کے سلسلہ میں اہل اللہ کے معمولات

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قرضدار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ وہ اپنے قرض کو ادا کر دے، جب تک کہ اس کا قرض ایسی چیز کے لئے نہ ہو جس کو اللہ

تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں۔ (ترغی)

فائدہ:- یہ اصل ہے بعض بزرگوں کے معمول کی کہ خیر کے کاموں کے لئے قرض لینے میں وہ باک نہیں کرتے (یعنی بے دریغ لے لیتے ہیں) اگرچہ وہ واجب نہ ہو، اور بعض بزرگ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں۔

فائدہ:- بعض حدیثوں میں قرض (کی مذمت ہے اور اس) سے ڈرایا گیا ہے، دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جو قرض بلا ضرورت ہو وہ بچنے کے قابل ہے، اور جو ضرورت کی وجہ سے ہو اور اس کے ساتھ ادائیگی کی بھی نیت ہو وہ حق تعالیٰ کی معیت کا سبب ہے۔ اور اہل طریق (بزرگانِ دین) اس میں عملاً مختلف ہیں، بعض پر تو پہلا حال غالب ہے، وہ توکل کی وجہ سے قرض لے لیتے ہیں اور نیک کاموں میں خرچ کر دیتے ہیں، اور ضرورت کے مفہوم میں توسیع کرتے ہیں یعنی غیر شدید ضرورت کو بھی ضرورت شمار کرتے ہیں، جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو مہمانوں کے لئے بھی مقروض رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد تیسرے ہی دن ایک شخص کو توفیق دی جس نے وہ سب قرض ادا کر دیا جو کئی ہزار تھا۔

اور بعض (بزرگوں) پر دوسرا حال غالب ہے، وہ احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں، اور ضرورت کے مفہوم میں تنگی کرتے ہیں، یعنی غیر شدید ضرورت کو ضرورت شمار نہیں کرتے، جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تھے، قرض لینے میں بے حد احتیاط فرماتے تھے اور ہمارے زمانہ والوں کے لئے بہتر طریقہ یہی دوسرا طریقہ ہے کہ قرض سے حتی الامکان بچیں، حتیٰ کہ مہمانوں کو بھی اپنی تنگی میں شریک کر لے، اور اس کی وجہ یہ ہے اس وقت طبیعتیں کمزور ہیں اور اہل اللہ کی ضرورتوں کی طرف اہل دنیا

کی توجہ کم ہے تو مقروض ہونے کا نتیجہ سوائے پریشانی کے اور کچھ نہیں، اور پریشانی سے تکلیف کے علاوہ بعض اوقات دین کو بھی نقصان پہنچ جاتا ہے۔

(النشر بمعرفة احادیث التصوف ص: ۳۲۵)

کیسی حالت میں قرض لینا چاہئے

ہم تو یہی تعلیم دیں گے اور اہل اللہ کا یہی مذہب ہے کہ بلا ضرورت مقروض مت ہو، گورم و رواج کے خلاف کرنا پڑے، مقروض ہونے سے بڑی پریشانی ہوتی ہے، جس کا انجام بہت برا ہے، اہل اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، اس میں بڑی راحت ہے، ہر مسلمان کو وہی مذہب رکھنا چاہئے جو اہل اللہ کا ہے۔

(الافاضات المومیہ ج: ۲ ص: ۲۲۲ ملفوظ ص: ۲۰۶)

گناہ کم کرو تو موت آسان ہو جائے گی، اور کسی سے قرض مت لو دنیا میں آزاد رہ کر زندگی بسر کرو گے۔

قرض لینا سخت مجبوری کے وقت میں جائز ہے، جیسے جہاد کے لئے یا کفن کے لئے یا کپڑے پھٹ گئے ہوں، چھپا ہوا بدن ظاہر ہونے لگے اور اس کے چھپانے کے لئے، اور اس جیسی ضرورتوں، مجبوریوں کے لئے، ایسے شخص کے حق تعالیٰ قرض ادا ہو جانے کے ذمہ دار ہیں۔

(التلخیص، احکام المال ص: ۱۱۲)

مقروض شخص کو پر تکلف دعوت کرنا جائز نہیں

ایک حکایت

ایک قصہ یاد آیا کہ مولانا نواب الدین، قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت مقروض تھے، ایک دفعہ آپ نے دہلی کے سب بزرگوں کی دعوت کی، شاہ محمد

اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدعو کیا اور مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کاندھلوی کو بھی مدعو کیا، سب حضرات نے تو دعوت قبول کر لی مگر مولانا مظفر حسین صاحب نے منظور نہیں کی۔ نواب صاحب نے شاہ اسحاق صاحب سے ان کی شکایت کی، شاہ صاحب نے فرمایا کہ: مولوی مظفر حسین صاحب! کیا تم کو نواب صاحب کی آمدنی میں بھی شبہ ہے؟ اور کیا تمہارے نزدیک ہم نے مشتبہ مال کی دعوت قبول کی ہے؟ مولانا مظفر حسین صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت میں آپ کے سامنے کیا چیز ہوں جو نواب صاحب کے مال کو مشتبہ سمجھوں، مگر میں نے اس واسطے دعوت سے عذر کیا کہ نواب صاحب مقرض ہیں اور دعوت میں وہ ریسمانہ (مالداروں جیسا) خرچ کریں گے جو تین چار سو (اور آج کل تین چار ہزار) سے کم نہ ہوگا، اور مقرض شخص کو ایسا کرنا جائز نہیں اور ان کو لازم ہے کہ جو رقم دعوت میں خرچ کریں اس کو قرض ہی میں ادا کر دیں تو عند اللہ کچھ سبکدوشی ہو جائے۔

شاہ صاحب نے یہ بات سن کر فرمایا کہ: بھائی! اس طرف ہمارا ذہن بالکل نہیں گیا، واقعی تمہاری رائے صحیح ہے اور اب ہم بھی دعوت قبول نہ کریں گے۔ چنانچہ سب بزرگوں نے انکار کر دیا اور یہی کہا کہ آپ کو بجائے دعوت میں رقم لگانے کے قرض میں رقم ادا کرنا چاہئے، حالانکہ ان کے قرضہ میں اس رقم سے سہارا نہ لگتا تھا، کیونکہ قرض بہت تھا مگر اللہ کے نزدیک اتنا ادا کرنا بھی معتبر ہے (یعنی جتنی گنجائش ہو اتنا فوراً ادا کر دے اور باقی کی ادائیگی کا پختہ ارادہ اور کوشش کرتا رہے)۔

(الجبر بالصر، فضائل میر و شکر ص ۳۱۲)

جو شخص ادائیگی قرض کی پوری کوشش کرتا ہے

اللہ تعالیٰ اس کو بری فرما دیتا ہے!

حق تعالیٰ کا قانون ہے کہ جس شخص کو (قرض) ادا کرنے کا اہتمام ہو گیا اور اپنی وسعت کے موافق کام بھی کرنے لگا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں ادا کرنے والوں کی طرح ہے، پس وہ اپنی وسعت کے موافق ادا کرتا رہے اور جو رہ جائے اس کے متعلق وصیت کر جائے۔

اگر کسی شخص کے ذمہ لوگوں کا ایک لاکھ روپیہ قرض ہو اور وہ آج ادا کرنے کا ارادہ کرے تو جتنا اس سے ہو سکے ادا کرنا شروع کرے، جس کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ اپنے کو زیادہ تنگی میں ڈالے بلکہ اپنی ضروریات زندگی سے جو فاضل ہو اس کو قرض میں دینا شروع کر دے، خواہ ایک ہی روپیہ مہینہ ادا کرنا شروع کر دے، تو وہ آج ہی سے اللہ تعالیٰ کے یہاں سبکدوش قرار پائے گا، مگر یہ ضروری ہے کہ وہ فضول خرچی کو ضرور بند کر دے، اب اگر اس نے ایک لاکھ میں سے پچاس ادا کئے اس کے بعد موت آگئی تو وہ اللہ کے نزدیک ادا کرنے والوں کی طرح ہوگا۔

(الجزیر بالصر، فضائل مبرہہ ص ۳۱۲)

ادائیگی قرض کے سلسلہ میں بڑی کوتاہی

(عموماً قرض لینے والے قرض) لے کر بے فکر ہو جاتے ہیں، یہ نہیں کہ اس کا خیال رکھیں اور (ادائیگی کی فکر کریں) تھوڑا تھوڑا ادا کرتے رہیں، اپنے بعض غیر ضروری اخراجات کو روک کر اپنی آمدنی میں سے اندازہ کر کے کچھ کچھ پہنچاتے

رہیں، (لیکن ایسا نہیں کرتے اور) بدنام ہوتے ہیں، ذلیل ہوتے ہیں، ناہند مشہور ہو جاتے ہیں، اعتبار جاتا رہتا ہے، لوگ معاملہ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں، اور سب سے بڑی بات یہ کہ آخرت کا مواخذہ سر پر۔

البتہ جو سخت ضرورت کے وقت قرض لے اور ادا کی پوری فکر ہو، حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے قرض کے ذمہ دار ہیں، خواہ دنیا میں ادا کر دیں یا آخرت میں حق والے کو راضی کر دیں۔ (فروغ الایمان ص ۷۲)

قرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کا نتیجہ

اکثر لوگوں کی حالت دیکھی جاتی ہے کہ قرض لے کر بے فکر ہو جاتے ہیں اور گنجائش کے باوجود، فضول کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کے باوجود قرض ادا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، اور بعض لوگ بہت ہی ٹال کر (بہت دیر سے بار بار مانگنے کے بعد) دیتے ہیں، اور بعض لوگ تو دیتے ہی نہیں، اگر تقاضا کیجئے تو برا مانتے ہیں، اور ان کی اس حرکت سے قرض دینے والے کو تکلیف ہوتی ہے، اور جب یہ تکلیف روزمرہ مدتوں تک پہنچے تو ضرور اس کا اثر یہ ہوگا کہ دلوں سے محبت نکل جائے گی، اور آپس میں رنج و شکایت پیدا ہو جائے گی، دینے والے کا احسان ماننے اور اس کو تکلیف نہ دے، اور وقت پر اس کی امانت پہنچا دے، تاکہ پھر آئندہ بھی قرض لینے کا منہ رہے۔

اس ناہندی (قرض نہ دینے کی عادت ایسی پڑ گئی ہے کہ اس) کی بدولت آپس میں قرض نہیں ملتا، پھر کافروں سے سودی قرض لیتے ہیں اور تباہ ہوتے ہیں، ورنہ اگر وقت پر دوسرے کا حق پہنچ جایا کرے (اور وقت پر قرض ادا کر دیا کریں) تو بہت سے مسلمان (اب بھی) ایسے ہیں کہ وہ خود بھی اپنی مصلحت سے اپنے روپے کا

قرض پر چلتے رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں، کیونکہ حفاظت سے بچتے ہیں اور تجارت کو پسند نہیں کرتے یا نقصان کے احتمال سے یا تعلقات کی کثرت سے ان کو وحشت ہوتی ہے، اس وجہ سے یا تجارت سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے، تو ایسے لوگوں کا روپیہ قرض میں آسانی سے مل سکتا ہے، اور دوسری قوموں کو سود دے کر اپنا گھر تیار ہونے سے بچا سکتے ہیں، لیکن ہم لوگوں کے معاملات اس قدر خراب ہیں کہ لے کر دینا نہیں چاہتے، دو چار جگہ ٹھوکر کھا کر سب بد دل ہو جاتے ہیں، پھر وہ شخص کسی کو بھی قرض نہیں دیتا، اور ایک بڑے خیر کار دروازہ بند ہو جاتا ہے، جس کا وبال ان نادہندوں (قرض لے کر نہ دینے والوں) کی گردن پر ہوگا۔ (املاح انقلاب ج: ۱ ص: ۲۲۱)

بعض لوگوں کی عادت!

بعض لوگ قرض کے سلسلہ میں بڑی گزیر کرتے ہیں کہ کسی کا روپیہ لے کر ایسا بھولتے ہیں کہ گویا دینے کا نام ہی نہیں جانتے، اپنے سارے کام اَللّے تلّے سے چلاتے ہیں (یعنی خوب خرچ کرتے ہیں) مگر قرض ادا کرنے کی فکر نہیں، اسی واسطے مسلمانوں میں ہمدردی نہیں رہی، ورنہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس ضرورت سے زیادہ موجود ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی کو قرض دے دیں، خود حفاظت سے بچیں اور دوسرے کا کام نکل جائے، مگر کس کو دیں؟ لوگ قرض لے کر دینے کا نام ہی نہیں لیتے، اسی لئے بے سود کے آج کل قرض نہیں ملتا، کیونکہ اس کے ادا کرنے کی فکر ہی نہیں ہوتی، ہاں! بیوں کا قرض خوب یاد رہتا ہے کیونکہ وہ پہلے ہی تمسک لکھوا لیتے ہیں اور سودی قرض خوب دل کھول کر دیتے ہیں جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ دو تین سال میں سود و در سود ملا کر ایک ہزار کے چار ہزار وصول کر لیتے ہیں، بس اس سے بہت خوش ہیں، استغفر اللہ۔

اگر لوگوں کو غیر سودی قرض کے ادا کرنے کا بھی ایسا اہتمام ہوتا جیسا سودی قرض کا ہوتا ہے تو آپس میں مسلمانوں ہی سے روپیہ مل جایا کرتا اور مسلمانوں کی جائیدادیں اس طرح ہندوؤں کے ہاتھ نہ پہنچتیں۔ (ترجیع الاخرت، دنیا و آخرت ص: ۳۹۲)

قرض لے کر ادا نہ کرنے کا مرض

ایک خرابی مسلمانوں میں یہ ہے کہ قرض لے کر ادا نہیں کرتے، قرض ادا کرنے کی بالکل عادت ہی نہیں، اس لئے ان کا اعتبار نہیں رہا، اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہر ایک سے قرض مانگتے ہیں اور کوئی نہیں دیتا، حالانکہ قرض دینے کا بڑا ثواب ہے۔

ایک شخص کا قصہ ہے کہ وہ کسی مقدمہ میں مظفر نگر آئے، اتفاق سے جتنا روپیہ پاس تھا سب ختم ہو گیا، اب بہت پریشان، آخر وہیں کے ایک صاحب کے پاس گئے اور ان سے اپنی پریشانی بیان کی اور کہا کہ سو روپیہ قرض دے دیجئے میں گھر پہنچتے ہی بھیج دوں گا، انہوں نے ترس کھا کر دے دیا، انہوں نے گھر پہنچ کر خبر بھی نہ دی، کچھ دنوں بعد پھر کہیں ان سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے تقاضا کیا، انہوں نے کہا کہ میں ابھی دو ایک دن میں ادا کر دوں گا۔ اسی طرح مدتوں تک ٹال مٹول کرتے رہے یہاں تک کہ سال بھر گزر گیا پھر جو تقاضا کیا تو کہتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس کوئی تحریری ثبوت ہے؟ یہ حالت ہے مسلمانوں کی اور اس کو ہلکی بات سمجھتے ہیں، اس لئے اس میں بہت ہی سستی ہو رہی ہے، جب کوئی قرض لے کر ادا ہی نہ کرے تو پھر کون دے؟ حالت یہ ہو چکی ہے کہ قرض دے کر وصول نہیں ہوتا حتیٰ کہ قرضدار سامنے آتا تک چھوڑ دیتے ہیں۔ (احکام المال، التلخیص ج: ۱۵ ص: ۱۳۹)

قرض کی ادائیگی میں سستی و کوتاہی

قرض کی بدولت جائیداد نیلام ہو جاتی ہے، مسلمانوں کے بہت سے گھر اسی میں برباد ہوئے اور ہو رہے ہیں، سود بڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ جائیداد اور گھر نیلام ہو جاتے ہیں، اگر ایسا بھی کیا کریں کہ جائیداد بیچ کر قرض ادا کر دیں اور سود نہ بڑھائیں تو اس صورت میں جتنی جائیداد باقی ہے وہ تو سالم رہے۔

میرے ایک دوست ہیں، انہوں نے سترہ سو روپے قرض لئے تھے، آمدنی بھی ان کی اچھی تھی چھیا نوے ہزار روپے کا سالانہ ان کے یہاں کاغذ بناتا تھا تو اس سترہ سو کی حقیقت کچھ نہ تھی لیکن ادا کرنے میں سستی کی اور سستی کی وجہ یہ ہوئی کہ زور دہدیہ میں دیتے نہیں اور بنے مانتے نہیں، ان کا تو بڑھتا رہا بلکہ اگر دیتے بھی ہیں تو کہتے ہیں کہ شیخ صاحب ابھی جلدی کیا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑے خاندانی رئیسوں کی اولاد انہی مہاجتوں کے یہاں چار چار روپے کی مزدوری کرتے ہیں، اور غضب یہ کہ اس نہ دینے پر فخر بھی کرتے ہیں۔

غرض اس سترہ سو کے چالیس ہزار ہو گئے، اب یہ حالت ہے کہ تجارت، کارخانہ بند ہے گھر میں قاتے ہو رہے ہیں۔ (الغزت، دعواتِ عبدیت ج: ۱۹ ص: ۵۶)

میت کا قرض ادا کرنے میں وارثوں کی عام کوتاہی

ایک کوتاہی عام طور سے یہ ہوتی ہے کہ میت کے ذمہ جو قرض ہے اور دلیل شرعی سے ثابت ہے اس کو کوئی شاذ و نادر ہی ترک کرے (یعنی میراث کے مال سے) ادا کرتا ہے، صاف انکار کر دیتے ہیں، جیسا کہ میت کا جو قرض لوگوں پر ہے لوگ بھی اس کا قرض ادا کرنے سے منکر جاتے ہیں، یہ دونوں امر صریح ظلم ہیں۔

خاص طور پر میت پر اگر قرضہ ہو تو ورثاء کو یہ سمجھنا چاہئے کہ بروئے حدیث اس کی روح جنت میں جانے سے معلق رہے گی، جب تک کہ قرض نہ ادا ہو جائے، تو کیا اپنے رشتہ دار (یا ماں باپ) کے لئے اتنی بڑی عزری گوارا کر لی جائے گی؟
(اصلاح انقلاب ج: ۱ ص: ۴۴۲)

مرنے کے بعد سب سے پہلے کیا کرنا چاہئے

مرنے کے بعد مردے کے مال میں سے پہلے تو اس کے گور و کفن کا سامان کریں، پھر جو کچھ بچے اس سے قرض ادا کریں اگر مردہ کا سارا مال قرضہ کے ادا کرنے میں لگ جائے تو سارا مال قرضہ میں لگا دیں گے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا، وصیت کی ہو یا نہ کی ہو قرضہ کا ادا کرنا بہر حال مقدم ہے، اور بیوی کا مہر بھی قرضہ میں داخل ہے۔

اگر قرضہ نہ ہو یا قرضہ سے کچھ مال بچ رہے تو دیکھنا چاہئے کہ کچھ وصیت تو نہیں کی؟ اگر وصیت کی ہے تو صرف تہائی مال میں وہ جاری ہوگی، اور اگر نہیں کی یا وصیت سے جو بچا ہے وہ سب وارثوں کا حق ہے، شریعت میں جن جن کا حصہ ہو کسی عالم سے پوچھ کر دے دینا چاہئے، جو دستور ہے کہ جو جس کے ہاتھ لگالے بھاگا بڑا گناہ ہے، یہاں نہ دو گے تو قیامت میں دینا پڑے گا، جہاں روپے کے بدلہ میں نیکیاں دینی پڑیں گی، اسی طرح لڑکیوں کا حصہ بھی ضرور دینا چاہئے شریعت میں ان کا بھی حق ہے۔
(پیشی زبور حصہ پنجم ص: ۶۱۱)

تجیز و تمیز اور ادا نیکی اور وصیت پوری کرنے کے بعد جو مال بچے وہ سب وارثوں کا مشترک ہے، خواہ کپڑا ہو یا برتن یا کتا ہیں یا گھر کا سامان یا روپیہ یا جائیداد سب مشترک ہے، کسی ایک شخص کو اس میں تصرف کرنا خواہ اپنے قبضہ و استعمال میں

لاکر، خواہ دوسرے کو ثواب کے لئے یا دنیاوی مصلحت کے لئے دینا بالکل ناجائز ہے۔

(صفائی معاملات ص: ۲۷)

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱:- حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مکاتب آیا اور کہنے لگا کہ: میں مکاتبیت کی رقم ادا کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں، میری ادا کیجئے! فرمایا کہ: میں تجھ کو چند کلمات (دعائیہ) نہ بتلا دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائے ہیں، اگر تیرے اوپر کوہِ ثبیر کے برابر بھی قرض ہوگا حق تعالیٰ ادا فرمادیں گے، یوں کہا کرو:-

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلاَلِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ

عَمَّنْ سِوَاكَ (رواہ الترمذی)

۲:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: میں تم کو انسی دعا نہ بتلاؤں کہ اگر تمہارے اوپر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو اس کو بھی حق تعالیٰ ادا کر دیں گے، یوں کہا کرو (یعنی دعا کیا کرو):-

اَللّٰهُمَّ مَا لَكَ الْمَلِكُ تُؤْتِي الْمَلِكَ مِنْ تَشَاءَ وَتَنْزِعُ

الْمَلِكَ مِنْ تَشَاءَ، وَتُعْزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتَذِلُّ مَنْ تَشَاءُ يَدُكَ

الْغَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. رَحْمَنُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

وَرَحْمَتُهُمَا تُعْطِيَهُمَا مِنْ تَشَاءَ وَتُمْنَعُ مِنْهُمَا مِنْ تَشَاءَ

اَوْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ

(رواہ الطبرانی فی الصغیر)

(یعنی زیور حصہ پنجم ص: ۵۳)

ادائیگی قرض کا وظیفہ

ایک صاحب نے عرض کیا: میں قرضدار ہوں، دعا فرمادیجئے اور کچھ پڑھنے کو بتلا دیجئے! فرمایا: ”یہا مَغْنَمُ“ عشاء کی نماز کے بعد گیارہ سو مرتبہ پڑھا کرو، اوّل آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف، یہ عمل حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔
(ملفوظات حکیم الامتؒ ج ۲ ص ۳۵۹)

امانت میں خیانت اور اس کی واپسی میں لا پرواہی

امانت کے بارے میں بھی لوگوں میں یہی گڑبڑ ہے کہ کسی کے پاس امانت رکھو تو یہ اطمینان نہیں ہوتا کہ یہ امانت کو بعینہ رکھے گا، اکثر لوگ امانت کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کر دیتے ہیں، چار پانچ سو کی امانت خرچ کر گئے اور اس کی ادا کی کچھ فکر نہیں، اب وہ روپیہ والا غریب ان سے مانگتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ: وہ تو خرچ ہو گئے جب ہوں گے تو دے دیں گے! وہ کہتا ہے کہ: صاحب! آپ نے امانت کے روپے کیوں خرچ کئے؟ جہاں سے ہو میری رقم ادا کیجئے۔ تو کہتے ہیں کہ: صاحب! مجھ سے غلطی ہو گئی کہ میں نے ضرورت میں آپ کی رقم خرچ کر دی، اب اس وقت میرے پاس نہیں، میں کہاں سے ہگ دوں؟ میں کہتا ہوں کہ تم نہ ہو مگر اس غریب روپے والے کا تو یہ سن کر پاخانہ نکل گیا ہوگا۔
(ترجیع الآخرۃ، دنیا و آخرت ص ۳۹۳)

اسی طرح ایک کوتاہی مانگی ہوئی چیز میں ہوتی ہے، حالت یہ ہے کہ چیز منگائی اور کام بھی ہو گیا مگر یہ توفیق نہیں ہوتی کہ واپس کر دیں، جب دینے والا خود طلب کرتا ہے تب دیتے ہیں، اور اگر خود بھی دیں گے تو ایک مدت کے بعد، اس میں بہت سی چیزیں گم ہو جاتی ہیں، خراب بھی ہو جاتی ہیں، بعض جگہ مینے گزر جاتے ہیں مگر چیز

واپس نہیں ہوتی، اگر کسی نے مانگا تو دے دی ورنہ پرواہ بھی نہیں ہوتی۔

(احکام المال، التبلیغ ج: ۱۵ ص: ۱۳۰)

قرض کے لین دین سے متعلق یادداشت کاپی کی ضرورت

میرا ایک معمول یہ بھی ہے کہ قرض کی یادداشت کے لئے ایک کاپی الگ بنا رکھی ہے، جس کو قرض دیتا ہوں اس میں لکھ لیتا ہوں اور جو پرچہ کے ذریعہ سے لیتا ہے وہ پرچہ بھی محفوظ رکھتا ہوں، اور وصول ہونے پر پرچہ واپس کر دیتا ہوں اور اس رقم کو قسط وار آدا کرنے والے کے سامنے اس میں ”وصول“ لکھ لیتا ہوں، اور اس کو دکھا دیتا ہوں کہ دیکھو ”وصول“ لکھ لیا ہے، اس میں بڑی مصلحت ہے دونوں طرف کو اطمینان ہو جاتا ہے، جو کام اصول کے ماتحت ہوگا اس میں کبھی الجھن یا پریشانی نہ ہوگی، اور آج کل بدانتظامی کا نام بزرگی رکھ رکھا ہے۔

فرمایا: جو لوگ ضرورت کے وقت مجھ سے قرض لے لیتے ہیں، جب کوئی قسط ادا کرنے آتے ہیں تو ان کو پاس بلا لیتا ہوں، اور اپنی یادداشت میں ”وصول“ لکھ کر ان کو بھی دکھا دیتا ہوں کہ دیکھو یہ وصولیابی لکھ لی ہے، محض اس خیال سے کہ ان کو یکسوئی ہو جائے، یہ خیال نہ رہے کہ شاید ”وصول“ لکھنا یاد نہ رہے۔

